جلد ۸ | ۹ شہادت ۱۳۳۸ ہش | ۱۳۷۸ھ - ۹ اپریل ۱۹۵۹ء | نمبر ۱۵

اخبار احمدیہ

ربوہ ۷ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ :-

حضور کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ نسبتاً اچھی ہے اب حضور چند قدم چل سکتے ہیں (الحمد للہ)

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد صحت یاب فرمائے اور پوری صحت و عافیت کے ساتھ کام کرنے والی لمبی عمر عطا کرے۔ آمین۔

قادیان ۷ اپریل مسجد اقصیٰ میں بشیر الدین اور لیوی متعلم مدرسہ احمدیہ اور مکرم ملک نذیر احمد صاحب پٹ دری درویش کو بھی مسجد اقصیٰ میں اعتکاف بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس طرح امسال ہر دو مقامی مساجد میں اعتکاف بیٹھنے والوں کی کل تعداد گیارہ ہو گئی ہے۔

قادیان ۷ اپریل۔ کل مسجد اقصیٰ میں درس القرآن کے اختتام پر اجتماعی دعا ہوئی ہے (مفصل رپورٹ آئندہ) اللہ تعالیٰ قرآنی برکات سے سب کو متمتع ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔

۷ اپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

سیاروں کی آبادی کا مسئلہ

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مشن بمبئی

(۲)

زمین اور دوسرے سیارے

سائنس دانوں نے دوسرے سیاروں کے جو طبعی و وضعی حالات بیان کئے ہیں۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سیاروں کی زمین ہماری زمین سے کچھ مختلف نہیں۔ مٹی۔ پتھر۔ لوہا۔ ریگ پہاڑ وغیرہ جس کے انبار اور تودہ کو ہم یہاں زمین کہتے ہیں دوسرے سیاروں میں بھی یہی انبار اور تودہ پایا جاتا ہے۔ اگر آج ہم کسی سیارہ پر پہنچ جائیں اور وہاں بھی اپنے پاؤں کے نیچے ایسی ہی مٹی۔ پتھر۔ لوہا۔ مرغزار و سبزہ زار وغیرہ دیکھیں تو اسے بھی زمین ہی کہہ کر پکاریں گے۔ اور نہیں کہ خدا نے زمین کو بنی نوع انسان کا مستقر بنایا ہے۔ آج ہم اُس میں سے نکل کر جس کا تابع صرف ایک چاند ہے۔ ایسے "کرۂ زمین" پر آ گئے ہیں جس کے تابع ایک سے زائد چاند ہیں یا جہاں چاند کا نام و نشان نہیں۔

آج سائنس دان جو سیاروں میں زندگی کے امکان پر بحث کرتے ہیں تو درحقیقت اس امر پر غور کرتے ہیں کہ اس سیارے کا ماحول زندگی کے لئے سازگار ہے یا نہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ وہاں کی زمین ہماری زمین سے بالکل مختلف ہے۔ بلکہ یقین جانئے کہ آج جو آدمی دوسرے سیارے پر جائیگا اسے اس زمین اور اُس زمین میں اتنا ہی فرق نظر آئے گا جتنا فرق اس زمین کے دو شہروں یا دو ملکوں پر نظر آتا ہے۔ اور بس اس لئے صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے متعلق جو فرمایا ہے کہ

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ

زمین تمہارا مستقر ہے۔

اس سے مراد نظام شمسی کے وہ سارے سیارے ہیں جہاں کی آب و ہوا اور حرارت حیات انسانی کے لئے سازگار ہو گئی ہے

اور چونکہ سارے سیارے ان ارتقائی دوروں سے گذر رہے ہیں اس لئے کسی زمانہ میں ہر سیارہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ انسان وہاں بود و باش کر سکے۔

شہاب ثاقب

ابھی تک تو کوئی انسان کسی دوسرے سیارے پر نہیں پہنچا۔ نہ کسی دوسرے سیارے کا آدمی اس زمین پر آیا۔ اس لئے وہاں کی زمین کا کوئی کیمیاوی امتحان نہیں کیا گیا۔ لیکن شہاب ثاقب کے وہ ٹکڑے جو اکثر اس زمین پر گرتے رہتے ہیں۔ اور جو کبھی وزن میں ہزار من سے بھی زیادہ ہوتے ہیں ان کے کیمیاوی تجربہ سے بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں ان عناصر کے علاوہ جو زمین پر پائے جاتے ہیں کوئی نیا عنصر نہیں پایا جاتا شہاب ثاقب کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ اجرام سماوی کے ٹکڑے یا ذرات ہیں اور دمدار تاروں کی صورت میں جھنڈ باندھ کر فضائے آسمانی میں سیر کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح آج تک جتنے سیاروں اور ان کے توابع کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے "سیارے" زمین ہی ہیں۔ کوئی بنجر وادی ہے کوئی زیادہ گرم ہے اور کوئی معتدل ہے۔ بلکہ اب تو دنیا کے دانش ور اس کوشش میں ہیں کہ جو بنجر اور گرم زمین ہے اسے بھی علم و سائنس کے ذریعہ سے قابل سکونت بنایا جائے۔ چاند پر وہ اسی عزم و ہمت سے چڑھائی کی کوشش کر رہے ہیں

"سیاروں" میں وہ "سیارے" تو ایسے ہیں جن پر زندگی کا زیادہ امکان ہے یعنی زہرہ اور مریخ۔ زہرہ پر پانی آکسیجن۔ برف اور نباتات کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے اور مریخ کے متعلق تو بعض منفرد روایات میں آیا ہے کہ وہاں کے کچھ لوگ جادوئی ٹین پہ آکر آباد ہوئے ہیں۔ مشتری پر گہرے بادلوں کی تہ نظر آتی ہے

زمین اور سیاروں کے خواص

اس کے علاوہ اور بہت سے خواص ہیں دوسرے سیارے ہماری زمین سے ملتے جلتے ہیں۔ جیسے حرکت۔ وزن۔ سردی و گرمی۔ دن رات وغیرہ یعنی ہماری زمین ہی کی طرح یہ سیارے بھی متحرک ہیں۔ ان میں بھی کشش ثقل ہے۔ وہاں موسم بھی بدلتے ہیں اور آفتاب کے طلوع و غروب کا وقت بھی آتا ہے۔ البتہ سورج کے قرب یا بُعد اور تعلق دوسرے احوال کے باعث ان خواص میں کچھ کمی و زیادتی پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات تو ہماری زمین پر بھی موجود ہے۔ قطب شمالی و قطب جنوبی کے دن رات ہمارے ہاں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ مگر وہاں بھی انسانوں کی آبادی پائی جاتی ہے۔

غرضیکہ اب یہ بات علم و حکمت کے خدمت گذاروں نے تسلیم کر لی ہے کہ یہ ستارے جو آسمان پر نظر آتے ہیں نہ تو جن اور گندھروں کی دنیا ہے۔ نہ کسی ٹھوس حیثیت کی قندیلیں بلکہ یہ سب ہماری زمین ہی کی طرح مختلف عناصر و اجزاء کے ٹھوس کُرّے ہیں۔ اور زمین ہی کی طرح فضا کی وسعت میں اپنے مدار و محور پر گردش کر رہے ہیں۔ اسی طرح نہ وہ کوئی نورانی دنیا ہے بلکہ اگر کوئی شخص چاند یا کسی دوسرے سیارے پر پہنچ کر ہماری زمین کا مشاہدہ کرے تو یہ زمین ان کُروں سے زیادہ روشن نظر آئے گی۔

ان شواہد کی موجودگی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا نے زمین کو جو انسان کا مستقر قرار دیا ہے۔ اس سے مراد کائنات فضا کے یہی "سیارے" ہیں۔ نظام شمسی یا اس جیسے اور کم سے کم چھ ہزار نظام جن کا سائنس دان سراغ لگا چکے ہیں۔ ان تمام پر یہ اطلاق حاوی ہے۔

اشرف المخلوقات

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کی وہ مخلوق جس کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں وہ کائنات کے صرف ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر آباد ہو اور خدا اسی حقیر سی دنیا پر "ختم خدائی" بجاتا ہو۔ باقی وہ دنیا جو ہمارے گرد و نواح "نور سال" دور ہے۔ اور جس کا ایک ایک سورج ہمارے سورج سے ضخامت و حجم میں ہزاروں گنے بڑا ہے۔ اتنی وسیع کائنات اشرف المخلوقات کے وجود سے خالی ہو۔ اور وہاں خدا کی خدائی کا سکہ "صرف ارذل المخلوقات" کے درمیان چل رہا ہو۔ خدا نے کائنات سے اپنا تعارف کرانے کے لئے بنی نوع انسان کو پیدا کیا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ وہ ابھی تک اس کے ذریعہ صرف کائنات کے ایک نہایت معمولی و مختصر سے خطہ میں اپنا تعارف کرا سکا ہے۔ یہ خیال ہرگز قابل قبول نہیں۔ جب تک انسان اس فریب خیال میں مبتلا تھا کہ ہماری زمین ہی کائنات کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ اور ہمارا سورج ہی سب سے بڑی قندیل ہے جو خدا نے آسمان پر جلائی ہے۔ اس وقت کائنات کے متعلق یہ تصور صحیح مانا جا سکتا تھا۔ مگر اب کے سائنس نے ان تصورات کی غلطی واضح کر دی ہے۔ وہ تصور تبدیل کرنا ہوگا جس کا سائنس انکشاف کرتی ہے اور قرآن پاک تائید کرتا ہے۔

الفا ستارہ

ابھی "سوویٹ یونین" میں ایک ایسے ستارے کی دریافت کی خبر آئی تھی جس کا قطر ہمارے نظر سے دو لاکھ گنے زیادہ ہے۔ یعنی اس سیارہ کا حجم ہمارے سورج کے حجم سے ایک ارب کروڑ (ایک کھرب) گنا بڑا ہے۔ یہ ستارہ ہم سے اتنی دور واقع ہے کہ اگر ہم جیٹ طیارہ سے اس طرف پرواز کریں تو ایک ارب بیس کروڑ سال میں وہاں پہنچیں گے۔

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس نظام کا یہ عظیم الجثہ ستارہ ہے۔ وہ نظام انسان جیسی عاقل آبادی کے وجود سے یکسر خالی ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آثار میں جو یہ آتا ہے کہ جس طرح ہمارے آدم۔ نوح۔ موسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم ہیں۔ اسی طرح اور دنیاؤں میں (باقی صفحہ ۱۰ پر)

ہفت روزہ بدر قادیان ــــ مورخہ ۹ اپریل ۱۹۵۹ء

ہمارا خدا

جس اکمل اور اتم صورت میں اسلام نے خدا کا تصور پیش کیا ہے کسی اور مذہب میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ بایں ہمہ اس سیدھے سادے بے ریب مسئلہ کے متعلق بھی محض عامۃ المسلمین کی اپنی عملی اور اعتقادی حالت کے بگاڑ نے اس پسندیدہ دین کو مختلف قسم کے اعتراضوں کا نشانہ بنا دیا۔ اس وقت ہم ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے کہ کس طرح اسلام پر اعتراضات کے تیر چلانے میں خود مسلمانوں نے معترضین کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ تاہم ان کا یہ طریق افسوسناک فرور ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سہ

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

منجملہ ایسے ناقابل سند اعتقادات کے جو غیر مسلموں کی طرف سے اسلام پر ناواجب حملہ کا باعث بنے۔ معراج نبوی کے متعلق عامۃ المسلمین کا یہ عقیدہ اور خیال بھی ہے کہ گویا سرور کائنات معراج کی رات براق پر سوار ہو کر جسمانی صورت میں آسمانوں کی سیر کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں اللہ تبارک و تعالےٰ سے آپ کی ملاقات ہوئی وغیرہ وغیرہ چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک غیر مسلم اخبار نویس نے حال میں اعتراض اٹھایا جس کا دیگر مسلم معاصرین کی طرف سے اپنے اپنے رنگ میں جواب دیا گیا! اس وقت ہم اس اعتراض اور اس کے جبینہ جواب کی حقیقت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اس اعتراض اور جواب کا خلاصہ غیر مسلم معاصر کے الفاظ میں اس طرح پہ ہے۔ معاصر مذکور "اللہ میاں سے انٹرویو" کے عنوان سے لکھتا ہے:۔

"پچھلے دنوں میں نے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ سائنس تو آسمان کا کوئی وجود تسلیم نہیں کرتی۔ پھر وہ کونسی جگہ ہے جہاں شب معراج حضرت محمد براق پر سوار ہو کر اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرنے آسمان پر گئے تھے یہ بھی کہ خدا تو حاضر و ناظر ہے انسان کے روم روم میں رم رہا ہے اس کے درشنوں کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں باہر کے بجائے من کے اندر کے پٹ کھول دیں تو ہم کسی وقت بھی اس کے درشن کر سکتے ہیں؟ ......

... جو لکھنا میں نے اٹھایا تھا وہ ایک علمی بحث کا مضمون بن سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلم معاصرین نے اسے دشنام دہی کا وسیلہ بنا لیا۔ ایک اخبار نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ عقل کی کسوٹی کھوٹی ہے اسلئے یہ نہیں سمجھ سکتی کہ کس طرح حضرت نے خداوند تعالےٰ سے آسمان پر ملاقات کی تھی۔ اس جواب سے مجھے تسلی نہیں ہوئی میں نے اس کا کوئی نوٹس لیا دوسرے مسلم پرچے نے مجھے خوب صلواتیں سنائیں ......"

(پرتاپ جالندھر ۲/۱/۵۹)

جہاں تک اُن جوابات کا تعلق ہے جو اٹھائے گئے اعتراض پر مسلم معاصرین کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے جواب میں نہ تو یہ کہنا ہی درست ہے کہ عقل کی کسوٹی کھوٹی ہے۔ خواہ کسی کی سمجھ میں کوئی مسئلہ آئے یا نہ آئے اُسے آنکھیں بند کر کے اس کو قبول کر لینا چاہیئے اور نہ ہی ایسے موقعہ پر کسی معترض کو برا بھلا کہنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ اگر آپ کے پاس کسی اعتراض کا جواب ہے تو اُسے سنجیدگی سے معقول رنگ میں پیش کر دیجئے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اُسے تسلیم نہیں کرتا تو یہ اُس کی اپنی پسند ہے کوئی بات کسی کو جبراً تو منوائی نہیں جا سکتی۔ دلیل کے زور سے ہی کسی کو دینی بات کا قائل کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر آپ کی بات میں وزن ہے تو گو تعصب کی راہ سے اُس کی زبان اپنی غلطی تسلیم کرنے سے انکار ہی کرے تاہم اُس کا ضمیر ضرور ہی اُسے ملامت کریگا۔

رہا اصل اعتراض سو حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا اعتراض معراج کی اُس غلط تعبیر و تشریح کے باعث وارد ہوتا ہے جو ایک عرصہ سے محض ناواقفیت کی بنا پر عامۃ المسلمین میں شائع و متعارف ہے حالانکہ اسلامی لٹریچر کے عقلی و نقلی نہایت پختہ دلائل سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچتی ہے کہ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا کشف تھا جو عام لوگوں کی خوابوں اور رویاء سے کہیں اصفیٰ و اجلیٰ تھا۔ البتہ اس کی حقیقت کو قریب الفہم بنانے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح ایک عام آدمی عالم رویاء میں مختلف نظارے دیکھتا ہے۔ جن میں بعض ایسی خبروں کو محسوس اور معین و منتج اور صورت میں دیکھتا ہے۔ اور اس عالم میں اُسے اُن کے بارہ میں ذرہ شک و شبہ نہیں ہوتا بالکل ایسے ہی طور پر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شب معراج کو ایک کشفی نظارہ میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ جبکہ آپ براق پر سوار ہو کر مختلف آسمانوں میں گذرے پھر اور بالآخر اپنے رب سے بھی اسی کشفی حالت میں آسمانوں پر مکالمہ مخاطبہ کا شرف پایا۔

اب اگر ہم اس واقعہ کو اس کی اصل حالت میں سمجھ لیں تو جملہ اعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں اور اس وقت نہ تو سائنس دانوں کے نظریات کا قطع نظر اس کے کہ وہ درست ہیں یا غلط) ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ ہی معراج نبوی کو کسی طرح کے افسانہ وغیرہ کی صورت دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جس کے لئے عقل سے بالاتر کہہ کر معترض سے جان چھڑانے کی نوبت آئے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا معراج نبوی جس کے معنے آپ کا آسمانوں کی سیر کرنا ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر سورت نجم کی ابتدائی آیات میں کیا گیا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آسمان جہاں آپ کی خدا تعالےٰ سے ملاقات ہوئی کوئی جسمانی چیز ہیں اور کہ ایسے مقام پر آپ اپنے جسم خاکی کے ساتھ براق پر سوار ہو کر پہنچے اور جہاں اللہ تبارک و تعالےٰ قیام فرما ہے۔ صحیح اسلامی تعلیم کی رو سے یہ سب تفصیلات محض ڈھکوسلے ہیں جن کو حقیقت الامر سے دور کا بھی واسطہ نہیں!!

معراج کی حقیقت اور اسکی دیگر تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے جن پر محکم دلائل ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس بارہ میں بطور خلاصہ اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ یہ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا کشف تھا جس میں آپ کو اعلےٰ قسم کے روحانی علوم اور خدا تعالےٰ کی معرفت کے اجلیٰ و اصفیٰ نکات سکھائے گئے!!

باقی جہاں تک اللہ تعالےٰ کا آسمانوں پر مخصوص جگہ یا صورت میں ہونے اور پھر موجودہ سائنس کی طرف سے آسمان کا وجود تسلیم نہ کرنے کا تعلق ہے۔ جس صورت میں کہ خود اسلام نے بھی کسی جگہ مبینہ طریق پر آسمانوں کے وجود کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر سائنس کے قائل نہ ہونے کا اعتراض اسلام پر کیسے ہوا یا خدا تعالےٰ کے متعلق کسی ایسے ہی مقام پر قیام پذیر ہونا کس طرح محل اعتراض قرار پایا؟ بالخصوص جبکہ اسلام کی مقدس کتاب میں اس جل جلالہٗ و عز اسمہٗ کی نسبت صاف طور پر فرماتی ہے کہ

اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ اور ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء محیط اور لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر وغیرہ وغیرہ

ایسی واضح تعلیم کی موجودگی میں اگر کوئی شخص کسی واقعہ کی ایسی تعبیر یا تشریح کرتا ہے جو ان نصوص کے صریح معارض و مخالف ہے تو یہ بات خود اسکی اپنی اسلامی تعلیم کی حقیقت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے نہ کہ اسلام پر اعتراض کی صورت!!

فافھم وتدبر!!

خدا تعالیٰ کے متعلق ایسا ہی ایک اعتراض

مذکورۃ الصدر اعتراض تو ایک غیر مسلم کی طرف سے تھا جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اسکی وجہ اسلام کی اصل تعلیم سے ناواقفیت یا محض تعصب کے رنگ میں محض اعتراض کی غرض ہے مگر تعجب کا مقام ہے کہ چند ماہ ہوئے ہندوستان شائع ہونیوالے ایک غیر مبائع اخبار نے بھی خدا تعالےٰ کے متعلق اس سے کہیں زیادہ ناواقفیت اور نادانی کا ثبوت دیا تھا۔ جبکہ اس نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ایک خطبہ جمعہ میں بیان کردہ حضور کے ایک رؤیا پر خدا تعالیٰ کی نسبت ایسے ہی گستاخانہ طریق کا اظہار کیا تھا اس کے بارہ میں ہم تفصیلی نوٹس آئندہ اشاعت میں دیں گے۔ اس جگہ اس بات کے ذکر کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ ناظرین کرام مذکورۃ الصدر آریہ سماجی کے اعتراض کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ تا جب غیر مبائع معاصر کا اعتراض نقل کیا جائے تو دونوں کا موازنہ کرنے میں انہیں آسانی ہو۔

عید الفطر

رمضان شریف ان بیشمار برکتوں اور فضلوں کے ساتھ بیت گیا۔ مبارک وہ جس نے اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ خدا اُس شخص کی کمزوریوں کو بھی دور کرے جو کسی وجہ سے اس نعمت سے محروم یا معذور رہا!!

رمضان کے اختتام پر سنت نبوی کی اقتدا میں تمام دنیا کے مسلمان ماہ شوال کی یکم کو عید کا دن مناتے ہیں جسے عید الفطر یا چھوٹی عید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اگرچہ کسی عید کے متعلق چھوٹی یا بڑی ہونے کے بارہ میں نہ تو حضرت شارع علیہ السلام سے کوئی امر مروی ہے اور نہ ہر دو عیدوں کی حقیقت پر نظر کرتے ہوئے کسی کو بڑا یا چھوٹا قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ دونوں عیدوں سے یہ امتیازی نام ...... ہمارے ہاں شائع و متعارف ضرور ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ عید الفطر ایک دن رہتی ہے اور عید الاضحیہ کے موقعہ پر چونکہ قربانیوں کا سلسلہ ایک سے زیادہ روز جاری رہتا ہے اسلئے عام طور پر لوگوں نے اسے بڑی عید کہنا شروع کر دیا۔ بہرحال قطع نظر ایسی تفصیلات کے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مواقع کو مسلمانوں کی اجتماعی خوشی کے دن قرار دیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایک مومن صادق جب ایک ماہ کے لئے مجاہدہ اور عبادت گذاری کے غیر معمولی پروگرام کو پورا کر لیتا ہے۔ تو اپنے خالق و مالک کے فضلوں پر شکر گذاری کے طور پر طبعاً خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور دین فطرت نے ان کی رعایت سے (باقی ...پر)

مسجدوں کی رونق بنو

اور دعاؤں پر زور دو

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر رحمت بھیجی ہے اور ان کے لئے خاص برکت کی دعا فرمائی ہے جن کا دل "**مسجد میں لٹکا رہتا ہے**"۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان دین و دنیا کے سارے کام چھوڑ کر صرف مسجد میں بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے۔ یہ طریق یقیناً اسلامی تعلیم کے خلاف اور اس **مجاہدانہ زندگی** کے منافی ہوگا جس پر ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو قائم فرمانا چاہتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین درجۃ "یعنی خدا نے دین کے رستہ میں جد و جہد کرنے والوں اور اسلام کی ترقی میں کوشاں رہنے والوں کو گھر میں بیٹھ کر نماز روزہ کرنے والوں پر بڑی فضیلت دی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ "لا رھبانیۃ فی الاسلام" یعنی اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص دنیا کو کلی طور پر ترک کر کے اور حقوق العباد کو یک قلم بھلا کر صرف نماز روزہ کے لئے وقف ہو جائے۔ کیونکہ یہ بات انسانی فطرت اور پیدائشِ خلق کے بنیادی نظریہ کے خلاف ہے۔ اسلام تو انسان کی ترقی اور اسے خدائی انعامات کا حق دار بنانے کے لئے اس بات کا قائل ہے جو کسی شاعر نے بظاہر ان متضاد الفاظ میں کہی ہے کہ :-

در میانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کیا مراد ہے جو آپ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ "رجل قلبہ معلق بالمسجد اذا اخرج منہ حتی یعود الیہ" یعنی وہ شخص خدا تعالے کے خاص سایہ کے نیچے ہے کہ جب وہ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آتا ہے تو گویا اپنے دل کو وہیں ہی لٹکا ہوا چھوڑ آتا ہے تاوقتیکہ وہ پھر دوسری نماز کے لئے مسجد میں پہنچ جائے" سو ہوشیار ہو کر سن لو کہ جیسا کہ خود ان الفاظ میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ اس حکیمانہ ارشاد سے یہی مراد ہے کہ نمازوں کی ادائیگی کے بعد بے شک مسجدوں سے باہر آؤ اور دین و دنیا کے کاموں میں مصروف ہو اور **حقوق اللہ** کی طرح **حقوق العباد** میں بھی بہترین نمونہ بنو مگر تمہیں خدا کی عبادت میں ایسا شوق و ذوق حاصل ہونا چاہیئے کہ گویا مسجد سے باہر آنے کے بعد بھی تمہارا دل مسجد میں ہی لٹکا رہے اور تم اس انتظار میں رہو کہ کب "حی علی الصلوٰۃ" کی آواز آئے اور کب تم خدا کی عبادت کے لئے مسجد کی طرف لپکتے ہوئے پہنچو۔ یہ وہی حقیقت ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پیارے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات رسول پاک گھر میں ہمارے پاس بیٹھے ہوتے تھے اس طرح پیار و محبت کی باتیں کرتے تھے کہ گویا آپ کی توجہ کا مرکز ہم ہی ہیں۔ مگر جب اذان کی آواز آتی تھی تو آپ ہمیں چھوڑ کر اس طرح اٹھ کھڑے ہوتے تھے کہ گویا آپ ہمیں جانتے ہی نہیں"۔ اسی حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض اوقات ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :-

دست با کار و دل بایار
"یعنی ہاتھ تو کام میں لگا ہوا ہے
مگر دل کی تمام توجہ دوست کی
طرف ہے"۔

اس وقت یہ خاکسار مثال کے طور پر اپنے تین ایسے مرحوم دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہے جو اس کیفیت کے حامل تھے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ میری مراد (۱) حضرت **مولوی شیر علی صاحب** مرحوم (۲) حضرت **مولوی سید سرور شاہ صاحب** مرحوم اور (۳) حضرت ڈاکٹر سید **غلام غوث** صاحب مرحوم سے ہے۔ یہ تینوں بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ اور انہیں خدا کے فضل سے وہ مقام نمایاں طور پر حاصل تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ :-

قلبہ معلق بالمسجد
"یعنی مبارک ہے وہ انسان
جس کا دل گویا ہر وقت مسجد میں
لٹکا رہتا ہے"

یہ بزرگ (اللہ تعالے ان پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے) بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔ ان کے حقوق بھی ادا کرتے تھے اپنے مفوضہ کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ دوستوں کی مجلسوں میں بھی بیٹھتے تھے حسب ضرورت بازار سے سودا سلف بھی لاتے تھے۔ بعض اوقات معصوم تفریحوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ الغرض "دست باکار" کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھے مگر باوجود اس کے وہ مسجدوں کی رونق بھی تھے اور "دل بایار" کی ایسی دلکش تصویر پیش کرتے تھے کہ اب تک ان کی یاد سے روح سرور حاصل کرتی اور زبان سے بے اختیار دعا نکلتی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ہم سب کے آقا و سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا یہ حال تھا کہ آپ کی جوانی میں جب ایک شخص نے ہمارے دادا سے دریافت کیا کہ آپ کا ایک لڑکا تو اکثر نظر آتا ہے مگر کہتے ہیں کہ آپ کا ایک اور لڑکا بھی ہے وہ کہاں رہتا ہے؟ دادا نے فرمایا "**اس کا کیا پوچھتے ہو؟ مسجد میں دیکھو کسی صف میں لپٹا پڑا ہوگا**"

میں اس بات کو مانتا ہوں اور اسے کثیر دُہراتا ہوں کہ اسلامی تعلیم کے ماتحت انسان کی زندگی کا مجاہدانہ پہلو اس کے **قاعدانہ پہلو** سے بہتر بلکہ بدرجہا بہتر ہے کیونکہ جہاں ایک قاعد انسان یعنی محض گھر یا مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والا شخص صرف اپنی ذات کے لئے زندگی گذارتا ہے وہاں ایک مجاہد انسان خدا کا سپاہی ہوتا ہے جو دین کی ترقی کے لئے شب و روز مصروف رہتا اور اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ پس فرق ظاہر ہے مگر جہاں میں اس بات کی اپیل کر رہا ہوں کہ "**مسجدوں کی رونق بنو**" وہاں میری مراد ہرگز یہ نہیں کہ جہاد کی صف کو چھوڑ کر گھر یا مسجد میں دھونی رمائو بلکہ مراد یہ ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح **تبلیغ** کے جہاد کے علاوہ نفس کے جہاد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بعض اوقات آپ نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور اس درد و سوز کے ساتھ دعائیں کرتے تھے کہ گویا کوئی ہنڈیا اُبل رہی ہے۔ مگر باوجود اس کے دشمن کے مقابل پر بھی آپ کا قدم ہمیشہ صفِ اوّل میں ہوتا تھا۔ اور جہاں دشمن کے ریلے کے سامنے بڑے بڑے جری صحابہ کے پاؤں بھی اکھڑنے لگتے تھے وہاں آپ ایک شیر کی طرح للکارتے ہوئے آگے بڑھتے تھے کہ

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی حد درجہ جمالی شان کے باوجود جہاد کی صف میں کھڑے ہو کر اسلام کے دشمنوں کو کس **جلال** سے پکارتے ہیں کہ :-

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

اور جب ریاضت اور نفس کے مجاہدہ کی طرف توجہ فرماتے ہیں تو مسلسل چھ ماہ تک روزے رکھتے چلے جاتے ہیں۔

پس جب میں یہ کہتا ہوں کہ "**مسجدوں کی رونق بنو**" تو میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ **جہاد بالقلم یا جہاد باللسان** کو ترک کر کے محض نماز روزے میں لگ جاؤ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جہاد کے واسطے اپنے نفسوں میں سٹیم بھرنے اور تیاری کرنے اور ہر آن تازہ دم رہنے کے لئے نماز روزے کے ذریعہ طاقت حاصل کرو۔ قرآن مجید فرماتا ہے :-

یا ایھا الذین آمنوا
استعینوا بالصبر والصلوٰۃ
"یعنی اے مومنو تم جہاد کے
واسطے نماز اور روزے
کے ذریعہ طاقت حاصل کیا کرو"

اس آیت میں عربی محاورہ کے مطابق "صبر" کے لفظ میں ثابت قدمی اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے علاوہ روزہ بھی مراد ہے۔ کیونکہ روزہ میں بھی انسان کو تکلیف کے مقابلہ پر اپنے نفس کو روک رکھنا پڑتا ہے۔ اور یقیناً اچھا مجاہد وہی ہے جو اس زمانہ میں قلم اور زبان اور مال کے جہاد کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے ساتھ بھی جہاد جاری رکھتا ہے۔ اور رمضان کا مہینہ تو خصوصیت سے نفس کے جہاد کا مہینہ ہے۔ پس اب جبکہ رمضان کا **آخری عشرہ** جو رمضان کا مبارک ترین حصہ ہے شروع ہونے والا ہے۔ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جہاں تک ان میں طاقت ہو اور ان کے حالات اجازت دیں وہ مسجدوں کی زیادہ سے زیادہ رونق بننے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے مسجدوں میں ہر وقت بیٹھنے کی ضرورت نہیں (سوائے اس کے کہ کوئی دوست اعتکاف بیٹھنے کی سعادت حاصل کریں) بلکہ جہاں تک ممکن ہو اور کوئی جائز عذر یعنی بیماری یا سفر وغیرہ کا نہ ہو مسجدوں میں جا کر نماز با جماعت ادا کرنے اور مسنون نفل نمازیں پڑھنے کی پوری پوری کوشش ہونی چاہیئے اور عبادت کو ایسے **ذوق و شوق** سے ادا کیا جائے کہ بقول سرورِ کائنات نماز پڑھنے والے کا دل "مسجد میں لٹکا ہوا" نظر آئے۔ یعنی وہ جب ایک نماز سے فارغ ہو تو اس کے دل و دماغ کی کیفیت یہ ہو کہ گویا اس کے کان دوسری اذان کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر جب وہ مسجد سے باہر آئے تو ایسا ہو کہ

(باقی صفحہ پر)

جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بصیرت افروز تقریر

مختلف اہم امور کے متعلق احباب جماعت سے خطاب!

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۸ء بمقام ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گو میری طبیعت اس دفعہ علیل ہے اور میں بہت زیادہ کمزور ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود سابق طریق کے مطابق میں نے اپنی دو تقریریں اس جلسہ کے موقعہ پر رکھی ہیں۔ ایک ۲۷ دسمبر کی جو عام باتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور دوسری ۲۸ دسمبر کی جو

سیر روحانی کی آخری کڑی

ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا۔ اور اس نے توفیق دی تو کل وہ بیان ہو جائیگی پچھلے سال قرآن کریم کی تفسیر صغیر میں نے لکھی تھی۔ تفسیر تو مکمل ہو گئی مگر اس کی وجہ سے جو محنت مجھے کرنا پڑی۔ اس سے صحت بہت گر گئی۔ چنانچہ برابر ڈیڑھ سال سے میں بیمار چلا آتا ہوں۔ اب تو چلنا پھرنا بھی دوبھر ہو گیا ہے۔ یہ تفسیر

ایک بہت بڑا ذریعہ

لوگوں پر حق کھولنے کا ہو رہی ہے۔ کثرت سے غیر احمدیوں کے خطوط آ رہے ہیں جو تفسیر مانگتے ہیں۔ یا اس کے پڑھنے پر تعریف کرتے ہیں۔

اس سال میں نے تفسیر کبیر کی دو جلدیں لکھوائی ہیں۔ بعض حقیقت اصل مضامین تو پہلی دفعہ کے نسخہ کا لکھا ہوا ہے قرآن کے حاشیہ پر موجود تھا مگر نظر ثانی کے وقت میں نے اصلاح کر دی اور مضمون کو بڑھا دیا۔ دوستوں کو اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ تفسیر کبیر کے باقی حصے بھی مکمل ہو جائیں۔ لیکن چونکہ وہ لمبی تفسیر ہے۔ اور میری صحت کمزور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تفسیر صغیر لکھوا دی تاکہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر ہو جائے بہر حال جو دوست تفسیر کبیر کی اشاعت میں حصہ لیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

قرآن کریم کی اشاعت

میں حصہ لینے والوں میں شامل ہو کر ثواب کے مستحق ہوں گے۔ یہ دونوں جلدیں الشرکۃ الاسلامیہ نے شائع کی ہیں جس میں جماعت کے دوستوں کا روپیہ لگا ہوا ہے۔ اب تک یہ کمپنی نفع پیدا نہیں کر سکی مگر امید ہے کہ آہستہ آہستہ دوستوں کی کوشش سے نفع آنے لگ جائے گا۔ بعض پرانی تفسیریں بھی ابھی تک موجود ہیں۔ یعنی ان کی بعض کاپیاں ابھی قابل فروخت ہیں وہ بھی دوست وہاں سے لے سکتے ہیں۔

اس سال سلسلہ کی تاریخ جو ۱۸۸۶ء تک کی ہے شائع ہو چکی ہے۔ میں نے بیماری کے باوجود اس کو ایک نشست میں ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری خواہش تھی کہ اب تک کی ساری تاریخ احمدیت چھپ جاتی۔ لیکن ابھی صرف ۱۸۸۶ء تک کی تاریخ چھپی ہے۔ دوست اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ کام سلسلہ کے چندہ سے ہی کیا گیا ہے۔

اس کے بعد میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ریویو آف ریلیجنز دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا کرے لیکن اب تک باوجود صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی اعانت کے اس کا اتنی کم تعداد میں شائع ہونا اس کے عملہ کی

غفلت کی علامت

ہے۔ میں آئندہ سال کے لئے مولوی جلال الدین صاحب شمس اور چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کی کمیٹی مقرر کرتا ہوں۔ کہ وہ ہر ماہ میرے پاس رپورٹ کیا کریں۔ کہ ریویو آف ریلیجنز کی ترقی کے لئے کیا کوشش کی جا رہی ہے۔

سلسلہ کے آرگن الفضل کے متعلق بھی میں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس نے بہت ترقی کی ہے لیکن اس کے باوجود اب بھی اس کی اشاعت اتنی نہیں ہوئی جتنی ہونی چاہیئے۔ جماعت کی تعداد خدا تعالیٰ کے فضل سے پندرہ لاکھ سے بھی اوپر ہو گئی ہے۔ مگر ابھی تک الفضل کی اشاعت تین ہزار کے قریب ہی ہے۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھ جاتی۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ ہر غریب آدمی سالانہ قیمت اکٹھی نہیں دے سکتا۔ اس لئے جو مقامی ایجنٹ ہوتے ہیں وہ بڑی مدد دیتے ہیں۔ ڈیڑھ آنہ روزانہ دینا پڑتا ہے۔ اور اتنی رقم بہت سے لوگ آسانی سے مہیا کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مقامی ایجنٹس الفضل کے ساتھ دیانتدارانہ برتاؤ نہیں کرتے رہے۔

یہ بات ہماری

جماعت کے اصول کے خلاف

ہے۔ ہماری جماعت ہمیشہ دیانت میں اول درجہ پر رہی ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی بار قصہ سنایا ہے کہ چنیوٹ کے علاقہ کا ایک غریب آدمی تھا جب وہ فوت ہو گیا ہے جب وہ احمدی ہوا۔ تو اس کے رشتہ دار چوری کے عادی تھے ایک دفعہ بھینس چرا کر لائے۔ بھینس اندر بندھی ہوئی تھی بھینس کے مالک کھوج لگاتے ہوئے آئے اور ان سے کہنے لگے ہمیں ہماری بھینس واپس دے دو اس کے باپ اور بھائیوں نے کہا۔ ہم آپ کی بھینس چرا کر نہیں لائے۔ بھینس کے مالکوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھینس کا کھوج تمہارے گھر تک آیا ہے۔ لیکن چوروں نے پھر بھی انکار کیا اور کہا ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہاری بھینس نہیں چرائی۔ مالکوں نے کہا ہمیں تمہاری قسم کا اعتبار نہیں۔ مغلا احمدی ہے وہ اگر کہدے کہ تم ہماری بھینس نہیں لائے۔ تو ہم واپس چلے جائیں گے۔ مغلا کے باپ اور بھائی اسے اندر لے گئے۔ اور وہاں جا کر اسے خوب مارا۔ اور کہا تم باہر جا کر کہدو۔ کہ ہمارے پاس بھینس نہیں لیکن اس نے کہا بھینس اندر بندھی ہے۔ پھر میں کیسے کہدوں کہ تم بھینس چرا کر نہیں لائے۔ انہوں نے اُسے پھر مارا۔ اور کہا کہ تمہارا کیا حرج ہے۔ تم کہدو کہ ہمارے پاس بھینس نہیں۔ اور سمجھا کہ اب مار کھا کر وہ ہمارے منشاء کے مطابق گواہی دیدے گا۔ لیکن جب وہ اسے باہر لائے۔ اور کہا بتاؤ کیا ہم ان کی بھینس چرا کر لائے ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں وہ اندر کھڑی ہے

غرض

احمدیوں کی دیانت

دیر سے مشہور چلی آتی ہے۔ مگر الفضل کے بعض ایجنٹوں نے اس پر دھبہ لگا دیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کے لئے ایک شخص آیا۔ لوگوں نے کہا حضور یہ شخص بڑا مخلص ہے۔ اس کے پاس آنے کا کرایہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی یہ اپنے شوق کی وجہ سے بغیر ٹکٹ کے ہی آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی پگڑی میں روپے باندھا کرتے تھے۔ آپ نے جھٹ اپنی پگڑی کا کنارا کھولا اور اس میں سے ایک روپیہ نکال کر اس شخص کو دیا۔ اور فرمایا کہ اب ٹکٹ لے کر جائیں۔ کیونکہ گورنمنٹ کی چوری بھی ویسی ہی ہے جیسے کسی فرد کی چوری۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ گورنمنٹ بڑی مالدار ہے۔ اگر میں نے اس کی چوری کر لی تو کیا ہوا لیکن کسی غریب آدمی کی چوری کرنا۔ اور گورنمنٹ کی چوری کرنا

خدا تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر ہیں

اب یہ روپیہ لیں اور جاتی دفعہ اس کا ٹکٹ خرید لینا۔

میں ہر سال جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے کچھ نہ کچھ واقعات بیان کیا کرتا ہوں۔ اس سال فلپائن میں خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک جماعت دے دی ہے یہ وہ علاقہ ہے جس میں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمان پہونچے۔ بعد میں جب اسے سپین اور پرتگال نے فتح کیا۔ تو انہوں نے ملک کو جبراً عیسائی بنا لیا۔ اور تلواریں گردنوں پر رکھ کر کہا کہ جو شخص بپتسمہ نہیں لے گا۔ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ چنانچہ لوگ ڈر گئے۔ اور انہوں نے عیسائیت اختیار کر لی۔ اب سارا ملک عیسائی ہے۔ سپین اور پرتگال کی طرح فلپائن کے عیسائی بھی رومن کیتھولک ہیں۔ جو بہت متعصب ہوتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ سپین اور فلپائن میں

دوبارہ اسلام کی اشاعت

کی جائے۔ میں نے تحریک جدید کو جس کے سپرد غیر ملکوں میں تبلیغ کا کام ہے توجہ دلائی۔ اور انہوں نے پچھلے سال کے شروع سے ہی فلپائن میں تبلیغ شروع کر دی۔ فلپائن کی گورنمنٹ چونکہ رومن کیتھولک پادریوں کے ماتحت ہے اس لئے اس کی طرف سے تبلیغ میں روکیں ڈالی گئیں اور ہمارے مبلغ کو وہاں جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس حکومت سے کوئی شخص باہر جاتا ہے وہ پاسپورٹ دیتی ہے اور جس حکومت میں جانا ہو۔ اگر اس کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو کہ اس ملک میں ویزا کی ضرورت نہیں۔ تو جانے والے کو علاوہ اپنے ملک سے پاسپورٹ لینے کے اس ملک کا ویزا بھی لینا پڑتا ہے۔ لیکن فلپائن گورنمنٹ ویزا دینے سے انکار کر دیتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہمارے آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے چونکہ

بیرونی ممالک کی تبلیغ

کا کام تحریک جدید کے سپرد ہے۔ اس لئے انہوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور فلپائن میں لٹریچر بھیجنا شروع کر دیا اور اس کے ذریعہ بعض لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ جب اس طرح میدان کچھ ہموار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور سامان پیدا کر دیا۔ اور وہ یہ کہ برٹش بورنیو میں ہمارے ایک نہایت مخلص دوست ڈاکٹر بدرالدین صاحب کام کر رہے ہیں۔ وہ خان صاحب چوہدری فرزند علی صاحب کے بڑے لڑکے ہیں۔ اور احمدیت کے عاشق صادق ہیں۔ چندہ بھی بڑا دیتے ہیں۔ اور تبلیغ بھی بڑی کرتے ہیں۔ ان میں قربانی کا بڑا جوش ہے۔ وہ اب بھی یورپ کے ملکوں کو سَو سَو پونڈ بھجوا دیتے ہیں۔ تاکہ وہاں مساجد تعمیر کی جائیں۔

اور

مبلغوں کو اخراجات

مہیا کئے جائیں۔

باوجود اس کے کہ وہاں کے انگریز گورنر نے مسلمانوں سے مل کر احمدیوں کے خلاف ایک بڑا محاذ کھڑا کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے دلیری سے گورنر اور دوسرے لوگوں کا مقابلہ کیا اور اس علاقہ کے بعض لوگوں کو جہاں گورنر چاہتا تھا کہ احمدیت نہ پھیلے اپنے پاس بلا کر تبلیغ کی۔ خدا تعالےٰ نے ان کی تبلیغ میں برکت ڈالی۔ اور اس کے نتیجہ میں وہاں کے کچھ لوگ احمدی ہو گئے۔ جن کی معرفت انہوں نے اس علاقہ میں مسجد اور جماعت بنانے کی کوشش کی ایک علاقے کے ڈپٹی کمشنر نے ہمارے ایک مبلغ محمد سعید انصاری جو یہاں سے گئے ہوئے ہیں اپنے علاقہ میں تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اور انہیں دھمکی دی کہ میں تمہیں گرفتار کر لوں گا ہم نے انگلستان کی حکومت سے احتجاج کیا چونکہ اس ملک میں ظاہری طور پر رواداری بہت ہے اس لئے وہاں کی حکومت نے گورنر سے جواب طلب کیا۔ اور دریافت کیا کہ احمدی مبلغ کے رستہ میں کیوں روکیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ گورنر نے

عام قاعدہ کے مطابق

ڈپٹی کمشنر سے رپورٹ مانگی۔ اور چونکہ اس نے خود غلطی کی تھی۔ اس لئے لازماً اس نے اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹ بولا اور کہہ دیا کہ میں نے انصاری صاحب کو تبلیغ سے نہیں روکا بلکہ انصاری صاحب نے ملک میں بغاوت پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ اور میری ہتک کی تھی اس لئے میں نے انہیں تنبیہ کی ہے۔ انگریزی دستور کے مطابق گورنر نے اس جواب کو صحیح تسلیم کر لیا۔ اور وہ جواب انگلستان کی حکومت کو بھجوا دیا۔ اس پر حکومت انگلستان نے ہمارے پاس معذرت کر دی۔ ہم نے اپنے مبلغ کو سمجھا دیا کہ حکومت کے افسروں سے نرمی سے برتاؤ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آخر اختیار ان کے پاس ہے۔ اس وجہ سے اس علاقہ میں کچھ نرمی تو ہو گئی۔ مگر ہمارے مبلغ کو تبلیغ میں بہت سی دقتیں پیش آگئیں۔ لیکن ہم نے صبر سے کام لیا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی تبلیغ کو جاری رکھا جس میں ڈاکٹر بدر الدین صاحب کا بہت کچھ دخل تھا۔ چنانچہ اب خدا تعالےٰ کے فضل سے اس علاقہ میں ایک جماعت گو بڑی نہیں قائم ہو گئی ہے۔ فلپائن جو بہت سے جزیروں کا مجموعہ ہے اس کا ایک جزیرہ برٹش بورنیو کے بالکل قریب ہے۔ جہاں ڈاکٹر بدر الدین صاحب رہتے ہیں۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ فلپائن والے ربوہ سے تو مبلغ آنے نہیں دیتے۔ لیکن میں جو یہاں ایک ڈاکٹر کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اگر وہاں چلا جاؤں۔ تو شاید میرے رستہ میں کوئی روک نہ ڈالی جائے۔ چنانچہ وہ اپنی پریکٹس کا نقصان کر کے وہاں گئے۔ اور کچھ عرصہ فلپائن میں تبلیغ کے لئے وقف کئے کچھ لوگ تو پہلے ہی لٹریچر کے ذریعہ احمدیت کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ اور کچھ لوگوں کو ڈاکٹر بدر الدین صاحب نے احمدی کیا۔ اور اس کے نتیجہ میں وہاں کی جماعت تین سو سے زیادہ ہو گئی۔ اس جماعت کے پریذیڈنٹ وہاں کے ہی ایک دوست ہیں۔ جن کا نام حاجی اباہے جو بڑی قربانی اور تبلیغ کرنے والے ہیں۔ ان کے ذریعہ وہاں

اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں تبلیغ

ہو رہی ہے۔ پچھلے سال وہاں ایک جزیرہ کا گورنر احمدی ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ اس علاقہ میں شورش بہت ہے اس لئے چند ماہ ہوئے اسے قتل کر دیا گیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مگر اللہ تعالےٰ نے کچھ دنوں کے بعد ایک ڈپٹی کمشنر کو احمدی کر دیا۔

اب ڈاکٹر بدر الدین صاحب نے لکھا ہے۔ کہ حاجی ابا صاحب کو ربوہ بلوا کر کچھ مدت دینی تعلیم دی جائے۔ تاکہ وہ واپس آکر اس ملک میں تبلیغ کو زیادہ وسیع کر سکیں چنانچہ میں نے

تحریک جدید کو ہدایت

دے دی کہ ان کو یہاں بلانے کا انتظام کیا جائے۔ مگر تحریک جدید والوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حاجی ابا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں میں ربوہ نہیں آسکتا میں ایک اور نوجوان کو تیار کر کے بھجوا رہا ہوں۔ جونہی اس کا پاسپورٹ بن گیا۔ میں اسے پاکستان بھجوا دوں گا اب عرصہ ہوا فلپائن کا ایک مخلص احمدی اسامہ نامی ربا وجود گورنمنٹ کی روکوں کے فلپائن سے بھاگ کر برٹش نارتھ بورنیو میں آگیا اور شرقی سے ملایا ہوتا ہوا ربوہ پہنچ گیا۔ اور اب یہاں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اس کی صحت کچھ خراب ہے۔ تحریک جدید اس کا علاج لاہور میں کرا رہی ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اسے شفا بھی دے اور پھر اپنے ملک میں کام کرنے کی توفیق بھی دے۔ (بعد کی اطلاع ہے کہ لاہور کے ڈاکٹروں نے اس کی مرض کی تشخیص نہیں کیا اور چونکہ وہ بیماری فلپائن میں بہت ہوتی ہے۔ اس لئے واپس فلپائن بھجوا دیا گیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسے کیا مرض ہے۔ اور اس کا صحیح علاج ہو سکے)

بڑی خوشی کی بات

یہ ہے کہ وہاں کے زنانہ کالج کی کئی لڑکیاں بھی احمدی ہو گئی ہیں۔ اور جو نوجوان احمدی ہوئے ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ یونیورسٹی کے طالب علموں کا ہے۔ اور ان میں سے ایک اور نوجوان جیسا کہ حاجی ابا صاحب نے لکھا ہے ربوہ آنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن حکومت روک پیدا کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ وہ یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور یہاں پہنچ کر اپنے ملک میں تبلیغ کرنے کے لئے کامیاب مبلغ بن جائے۔ اس وقت تک وہاں احمدیوں کی تعداد خدا تعالےٰ کے فضل سے ۱۵۰۳ تک پہنچ گئی ہے اور اس سال ۲۸ افراد کی نئی بیعت آئی ہے امریکہ میں زیادہ تر حبشی لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اور ان میں سے بعض نہایت ہی مخلص ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس سال اپنی سالانہ کانفرنس میں تبلیغ کرنے اور وصیت کی تحریک کو ہر احمدی تک پہنچانے کا اقرار کیا ہے۔ خدا تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور احمدیت کو جلد تر اس ملک میں پھیلائے۔ اس وقت تک کچھ سفید آدمی بھی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں جن کی تعداد تیرہ ہے۔ ان میں سے ایک کینیڈا کا ریٹائرڈ فوجی ہے کینیڈا، امریکہ کا وہ حصہ ہے۔ جو انگریزوں سے وابستہ ہے۔ ایک عورت جو سفید فام لوگوں میں سے احمدی ہوئی ہے اور نہایت مخلص اور تبلیغ کا جنون رکھتی ہے۔ اس نے ہمارے مبلغ مشکر الٰہی صاحب سے شادی کر لی ہے۔ اس کے والدین ابھی احمدی نہیں ہوئے۔ دوست دعا کریں۔ کہ وہ بھی احمدی ہو جائیں۔ اور اس کے خاندان میں امن قائم ہو جائے۔ ایک جہاز کا کمانڈر بھی احمدی ہوا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ سفید فام لوگوں میں بھی احمدیت پھیلنے لگ گئی ہے۔ ایک حبشی نوجوان وہاں کی ایک اعلیٰ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے امید ہے کہ جب وہ تعلیم سے فارغ ہو گا۔ تو اپنے

ملک میں تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ

ثابت ہوگا۔

انگلستان میں گو سب سے پہلے تبلیغ شروع ہوئی تھی مگر وہاں بہت کم لوگ احمدی ہوئے ہیں۔

اب موجودہ امام مسجد لنڈن مولود احمد خان صاحب کے ذریعہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں تبلیغ شروع ہوئی ہے اور چند بیعتیں بھی آئی ہیں۔ اب تازہ اطلاع یہ آئی ہے۔ کہ ایک نوجوان جو پچھلے سفر میں مجھے بھی ملا تھا۔ ایک پاکستانی احمدی مرتد نے اسے ورغلانے کی کوشش کی اس نے مرکز انگلستان میں خط لکھا کہ فلاں پاکستانی نوجوان نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں نے سوچ سمجھ کر احمدیت قبول نہ کی ہوتی تو یہ شخص مجھے ورغلانے میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ لیکن میں اس کی تمام باتوں کو لغو سمجھتا ہوں۔ اب ایک نیا مبلغ بھی انگلستان بھیج دیا گیا ہے۔ جو امید ہے پہنچ چکا ہوگا میرا منشاء ہے کہ انگلستان میں دو اور مقامات پر جن کے جنوباً اور شمالاً ہر جگہ اسلام کا اثر ہو مساجد تعمیر کی جائیں۔ میں نے اس کے متعلق مولود احمد صاحب کو ہدایت بھجوا دی ہے مگر مولود صاحب جہاں تبلیغ میں نہایت ہی اعلیٰ ثابت ہوئے ہیں۔ وہاں

مساجد کی تعمیر

کے سلسلہ میں ان کی ذہانت بالکل ناکام رہی ہے چھوٹے چھوٹے کاموں پر بھی وہ دیر لگا دیتے ہیں ان کے مقابلہ میں جرمن کے مبلغ چوہدری عبداللطیف صاحب نہایت کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ہمبرگ میں مسجد بنائی ہے بلکہ فرینکفورٹ میں بھی جو جرمنی کا بڑا شہر ہے مسجد کے لئے زمین خرید لی ہے اور ان کا جو تازہ خط آیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ میں یہاں سے مسجد بنوانے کے لئے فرینکفورٹ جا رہا ہوں۔ سوئٹزرلینڈ میں شیخ ناصر احمد صاحب کام کر رہے ہیں انتظامی لحاظ سے وہ بھی مولود صاحب کی طرح بہت کمزور ہیں لیکن تبلیغی لحاظ سے بڑے اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے سوئٹزرلینڈ کے ساتھ ملتے ہوئے جرمن اور آسٹرین علاقہ میں اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور کئی لوگ اسلامی تعلیم سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ مسٹر کنزے نے جو جرمنی کے سب سے پہلے مسلمان ہیں لکھا ہے کہ وہ اس سال جلسہ سالانہ پر آنا چاہتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور جلسہ میں موجود ہیں۔ لطیف صاحب نے ان کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ تبلیغ میں یہ بہت اچھے ہیں مگر

جرمن لوگوں کی درخواست

آئی ہے کہ ہمیں پاکستانی مبلغ بھیجیں۔ چنانچہ لطیف صاحب کی مدد کے لئے ہم ایک نیا مبلغ بھجوا رہے ہیں۔

سکنڈے نیویا جو روس سے ملتا ہوا یورپین علاقہ ہے جو جرمنی، ہالینڈ اور بلجیم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور انگلستان کے شمال مشرق میں اس علاقہ کی ایک حکومت فن لینڈ کہلاتی ہے کئی لاکھ ترک اس علاقہ میں سینکڑوں سال سے بس رہا ہے۔ یہ لوگ گو احمدی نہیں ہوئے مگر انہوں نے احمدی مبلغ کو بلا کر تقریریں کرائی ہیں۔ دوسری حکومت اس علاقہ کی سویڈن کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ لوگ مالدار ہیں۔ اور متعصب عیسائی ہیں۔ اس لئے وہاں کی رہائش بڑی مہنگی ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ سویڈن میں مسجد بنائیں لیکن ایک جرمن نومسلم نے لکھا کہ میں نے ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں ایک جگہ تجویز کی ہے۔ بہتر ہو گا کہ وہاں مسجد بنائی جائے۔ اس کے متعلق ہم نے وہاں کے مبلغ کمال یوسف صاحب کو جو میرے سالے کے لڑکے ہیں۔ ہدایت کر دی ہے کہ وہ اسے دیکھ کر رپورٹ کریں۔ اگر وہ مناسب جگہ ہو تو اسے

خرید لیا جائے

اور مغربی افریقہ کی جماعت کو مسجد کی تعمیر کے لئے تحریک کی جائے۔ چونکہ ہمارے ملک کی ایکسچینج کی حالت اچھی نہیں۔ اور حکومت چند

باہر نہیں جانے دیتی۔ اس لئے مسجدوں کی تعمیر میں دقت پیش آسکتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ فضل کیا ہے۔ کہ اس نے ہمیں مشرقی اور مغربی افریقہ میں ایسی جماعتیں دے دی ہیں جن میں سے بعض بہت مالدار ہیں۔ مغربی افریقہ میں بعض چیف ایسے ہیں جن کی زمینوں میں سے ہیرے کی کانیں نکلی ہیں اور مشرقی افریقہ میں

احمدیت کی مدد کی تحریک

اللہ تعالیٰ نے بعض سکھوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ یوگنڈا کے علاقہ میں ایک بڑا شہر جنجہ ہے۔ وہاں ایک مسجد کی تعمیر کے لئے ایک سکھ تاجر نے بہت سا سامان دیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے وعدہ کیا ہے کہ یوگنڈا میں جتنی مساجد بھی بنائی جائیں گی میں ان کے لئے لوہا۔ لکڑی اور سیمنٹ مہیا کرنے میں پوری مدد دوں گا۔ یہ نوجوان سکھ اُس قوم میں سے ہے۔ جو قادیان کے گرد بستی ہے۔ یہ

خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے

کہ وہ بیرونی ملکوں میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں غیر مسلموں کے دلوں میں بھی امداد کی تحریک کر رہا ہے۔ گو وہ جماعتیں امیر ہیں۔ لیکن اتنی امیر نہیں کہ سارے علاقوں میں مساجد تعمیر کر سکیں۔ ایک نوجوان مشرقی افریقہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اس سکھ نوجوان نے اتنی مدد کی ہے کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ مسجد کا افتتاح اس سے کرایا جائے۔

میں نے اس کے متعلق شیخ مبارک احمد صاحب سے جو وہاں کے رئیس التبلیغ ہیں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہاں غیر مسلموں کے متعلق اتنا تعصب ہے کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری تبلیغ کے رستہ میں بڑی مشکلات پیش آجائیں گی۔ چنانچہ سوچ کر ہم نے یہ تجویز نکالی کہ

مسجد کا افتتاح

تو احمدی مبلغ کرے مگر افتتاحی تقریب کا عہدہ اس سکھ کو بنا دیا جائے۔ تاکہ وہ اسلام کے اور زیادہ قریب آجائے اس جلسہ کے موقع پر ماریشس کی جماعت کا ایک نمائندہ بھی آیا ہوا ہے جس نے ابھی میری اجازت سے اپنی جماعت کی طرف سے ایڈریس پڑھا ہے یہ جماعت میری خلافت کے ابتدا میں قائم ہوئی تھی اب وہاں کئی فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ماریشس کے احمدی ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ حکومت بھی مخالف ہے اس لئے کچھ دقتیں پیدا ہو رہی ہیں الحمد میں وہاں کے گورنر کی بھی دفتر تبشیر میں آتی ہیں۔ میں خود اس نے اپنی تجاویز بتائی ہیں جس سے ان کی مشکلات بھی دور ہو جائیں اور قانون کے اعتراضات بھی نہ رہیں۔ ماریشس سے پہلے سیلون میں جماعت قائم ہوئی تھی۔ اور سیلون کے مبلغ بھی حافظ صوفی غلام محمد صاحبؓ کو ہی میں نے ماریشس بھجوایا تھا۔ سیلون میں بھی بعض فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور تامل بولنے والے ہندوستانی بڑی مخالفت کر رہے ہیں جو وہاں کثرت سے ہیں۔ گو ملک کے اصلی باشندوں کی زبان سنہالیز ہے۔ مجھے ایک خواب میں بتایا گیا تھا کہ سنہالیز زبان کی طرف توجہ کرو۔ چنانچہ اس زبان میں ہمارے مبلغ نے وہاں لٹریچر شائع کیا۔ پہلے یہ خیال کیا گیا تھا کہ زبان کا نام سنگھالی ہے مگر بعد میں پتہ لگا کہ اس کا نام جیسا کہ خواب میں بتایا گیا تھا سنگھالی نہیں۔ سنہالیز ہے۔ وہاں کے اصلی باشندے بھی یہی زبان بولتے ہیں۔ اور چونکہ ہماری پالیسی یہ ہے کہ اصل باشندوں کی تائید کی جائے اسلئے میں نے مبلغ کو تاکید کی تھی کہ سنہالیز زبان میں لٹریچر شائع کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصل باشندے تو ہماری تائید میں ہو گئے۔ مگر تامل بولنے والے ہندوستانی جو اکثریت میں ہیں۔ ہمارے خلاف ہو گئے۔ اب پیغام آیا ہے۔ کہ دوست دعا کریں کہ

اللہ تعالیٰ

وہاں کی مشکلات دور کرے۔ اور جماعت کو مسجد بنانے کی توفیق دے

اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قادیان جانے میں پاکستانی احمدیوں کے لئے بڑی مشکلات ہیں پہلے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کئی کئی سو آدمی قادیان چلا جاتا تھا۔ لیکن چند سال سے ہندوستان کی حکومت نے ویزا دینے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ اس سال بھی احمدی وہاں نہیں جا سکے مگر حال ہی میں ہندوستان کی حکومت نے پاکستانی حکومت کی وساطت سے لکھوایا ہے کہ اب وہ ویزا دینے کے لئے تیار ہے چونکہ قادیان کا جلسہ سالانہ اب گزر چکا ہے۔ اس لئے حکومت ہندوستان کے ویزا دینے سے اب کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ہندوستان کی اس تنگدلی پر ہمیں بہت افسوس ہے۔

احمدی جماعت سیاسی جماعت کبھی نہیں بنی

وہ ساری دنیا میں صرف مذہبی کام کرتی ہے زیادہ تر احمدی پاکستان میں رہتے ہیں مگر یہاں بھی کبھی ہم نے کسی سیاسی پارٹی سے تعلق قائم نہیں کئے۔ انہیں صرف اپنے اصول کے مطابق حکومت سے تعاون کرنا آتا ہے۔ اس موقعہ پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا ۱۹۵۳ء میں جبکہ سارے پنجاب میں فساد تھا حکومت کے پاس رپورٹیں کی جاتی تھیں کہ احمدیوں نے اپنے بچاؤ کے لئے بڑا سامان رکھا ہوا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ کی طرف سے کبھی کبھی سی آئی ڈی کے افسر ربوہ آجاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سی آئی ڈی کا افسر آیا۔ ایک پٹھان لڑکے کو اس نے دیکھا کہ وہ بیوقوف سا ہے۔ اور اس کی تعلیم اچھی نہیں ہے۔ اسلئے اس نے خیال کیا کہ اس نوجوان سے بات معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے اسے کہا کہ تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم نے لڑائی کا سامان رکھا ہوا ہے۔ اس لڑکے نے کہا تم میرے ساتھ آجاؤ۔ چنانچہ اس لڑکے نے اس سی آئی ڈی کے افسر کو ساتھ لیا اور ایک مسجد میں لے گیا

وہاں قرآن کریم کا درس

ہو رہا تھا۔ اس لڑکے نے کہا یہ ہماری لڑائی کی تیاری ہے۔ اس افسر نے کہا یہ کیا تیاری ہے میں نے تو پوچھا تھا کہ وہ جگہ دکھاؤ جہاں تمہارے ہتھیار پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لڑکا اُسے پھر ایک اور مسجد میں لے گیا۔ وہاں بھی قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ اس افسر نے کہا تم نے پھر غلطی کی ہے تم مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں تم نے مقابلہ کے لئے سامان جمع کیا ہوا ہے۔ تم لوگ کمزور ہو اس لئے تم نے مقابلہ کے لئے ضرور تیاری کی ہوگی۔ وہ لڑکا کہنے لگا اچھا آؤ میں تمہیں اور جگہ دکھاؤں

جہاں ہمارا فوجی سامان پڑا ہے

وہ افسر خوش ہو گیا اور اس کے ساتھ ہو لیا چنانچہ وہ پھر اسے ایک اور مسجد میں لے گیا وہاں بھی قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ وہ افسر کہنے لگا تم مجھے پھر ایسی جگہ لے آئے ہو جہاں قرآن کریم کا درس ہو رہا ہے۔ اس لڑکے نے کہا۔ ہمیں تو یہی فوجی سامان دیا جاتا ہے۔ اور یہ میں نے تمہیں دکھا دیا ہے باقی رہا ظاہری سامان سو ہمیں تو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ سر جھکاؤ اور مار کھاؤ۔ یہ کہ اس نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور اپنے سر پر چپت مار کر سر جھکا لیا اور کہا ہمیں تو یہی سکھایا جاتا ہے کہ مخالف کے آگے اپنا سر جھکا دو۔ وہ افسر کہنے لگا اس طرح لوگ تمہیں مار دیں گے۔ وہ پٹھان لڑکا کہنے لگا تو کیا ہوگا ہمیں شہادت ہی نصیب ہوگی۔ اور کیا ہوگا اس پر وہ افسر مایوس ہو کر چلا گیا۔ وہ افسر سمجھتا ہوگا کہ گو یہ لڑکا بہت بیوقوف ہے لیکن تھا وہ بڑا عقلمند۔ دین کے لئے مارا جانا عزت کی بات ہوتی ہے ذلت نہیں ہوتی قرآن کے ذریعہ مقابلہ کرنا ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ تلوار اور بندوق قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس کے ساتھ قرآن ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے اور جس کے ساتھ قرآن نہیں ساری دنیا کے توپ خانے ہوائی جہاز اور گولہ بارود بھی اس کے پاس موجود ہوں تو کسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جس کے پاس قرآن کریم ہے اور جس کے پاس خدا ہے اُسے دنیا کے کسی توپ خانے ہوائی جہاز، بندوقوں اور تلواروں کی ضرورت نہیں کیونکہ دنیوی توپ خانے بندوقیں اور تلواریں خدا تعالیٰ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس زمانہ میں ہوائی جہاز، توپیں اور بندوقیں ہیں۔ لیکن کسی زمانہ میں صرف تلوار اور نیزہ سے ہی کام لیا جاتا تھا۔ اور سپاہیوں کی کثرت اور تنظیم کے ساتھ دنیا پر حکومت کی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں ایران کے ایک بادشاہ کو مدینہ کے یہودیوں نے ورغلایا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب پھیلتا جا رہا ہے۔ اور یہ عربوں کو اکٹھا کر کے ایران پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر وہ دھوکہ میں آگیا۔ اور اس نے یمن کے گورنر کو لکھا کہ تم کچھ آدمی مدینہ بھیج کر محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ گورنر نے کچھ آدمی مدینہ بھیجے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے آئیں وہ آدمی وہاں گئے تو انہوں نے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو گورنر یمن کا پیغام دے دیا آپ نے فرمایا ابھی کچھ ٹھہرو پھر جواب دیں گے چنانچہ تین دن آپ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے اور ان سپاہیوں کو ٹلاتے رہے تیسرے دن سفیروں نے جواب پر پھر اصرار کیا۔ اس وقت تک آپ پر وحی نازل ہو چکی تھی اور حقیقت حال بتائی جا چکی تھی۔ آپ گھر سے باہر نکلے اور سفیروں کو بلایا اور فرمایا۔ جاؤ اور اپنے گورنر سے کہدو کہ میرے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے آج رات ایران کے بادشاہ کو مروا دیا ہے۔ جب گورنر یمن کے سفیروں نے یہ بات سنی تو انہوں نے نادانی سے یہ سمجھا کہ انہیں پتہ نہیں ایران کے بادشاہ کی کیا حیثیت ہے۔ اگر اس کو یہ جواب پہنچا تو وہ سارے عرب کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اس لئے انہوں نے کہا آپ اپنے آپ پر اپنے قبیلہ پر اور اپنے ملک پر رحم کریں۔ گورنر نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر بغیر مزاحمت کے آپ ساتھ آجائیں۔ تو وہ بادشاہ کے پاس رحم کی درخواست کرے گا لیکن آپ نے فرمایا تم جاؤ اور میں نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ گورنر تک پہنچا دو۔ چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اور انہوں نے آپ کا پیغام گورنر یمن تک پہنچا دیا۔ وہ عقلمند آدمی تھا۔ اس نے جب یہ جواب سنا تو کہنے لگا۔ اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو یقیناً

وہ خدا تعالیٰ کا سچا نبی ہے

اور اگر اس نے یہ بات اپنے پاس سے کہی ہے

فوجیں فوراً ہی عرب پر حملہ کر دے۔ میں کچھ دیر انتظار کروں گا۔ اور ایران کی تازہ خبروں کو دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ گورنر کا دربار سمندر کے سامنے تھا۔ چند دنوں کے بعد ایران کا ایک جہاز آیا۔ اور یمن کے ساحل پر اس نے لنگر ڈال دیا۔ اس جہاز سے ایک افسر اتر کر آیا۔ اور اس نے گورنر کو بادشاہ ایران کا ایک خط دیا۔ گورنر نے جب اس خط کو دیکھا تو لفافہ پر ایک نئے بادشاہ کی مُہر تھی۔ پرانے بادشاہ کی مُہر نہیں تھی۔ اُس نے سفیروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ مدینہ والا آدمی سچا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لفافہ پر دوسرے بادشاہ کی مہر ہے یہ کہکر اس نے لفافہ کھولا۔ اس میں ایران کے نئے بادشاہ کا حکم نامہ تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ ہمارا باپ چونکہ سخت ظالم تھا۔ اس لئے آج رات ہم نے اسے مار دیا ہے اور خود بادشاہ بن گئے ہیں۔ اس لئے اب تم ہماری اطاعت کا اپنے افسروں سے اقرار لو اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارے باپ نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مدینہ کے مدعی نبوت کو گرفتار کرکے میرے پاس بھجوا دو۔ میں اس ظالمانہ حکم کو بھی منسوخ کرتا ہوں۔ اب مدینہ کے مدعی کو کچھ نہ کہو

گورنر یمن پر اس کا ایسا اثر ہوا

کہ وہ فوراً ایمان لے آیا۔ اور اسی پالیسی پر پختگی سے قائم رہا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب میں ارتداد پھیلا اور یمن کے علاقہ میں بھی اس کا اثر پہنچا تو اس گورنر نے بڑے اخلاص سے ارتداد کا مقابلہ کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ اس زمانہ میں ایران کی حکومت امریکہ کی موجودہ حکومت سے بھی زیادہ طاقتور تھی۔ لیکن خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو سنا اور ایران کے بادشاہ کو اس کے بیٹے کے ہاتھوں مروا دیا اور بتا دیا کہ سب طاقتیں سب سے بڑی طاقت مجھ (خدا) کے پیچھے ہیں۔ سال سالانہ جلسہ پر میں نے تحریک کی تھی کہ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ کسی نیک صورت سے قادیان دلوا دے۔ پھر کراچی کے ایک اخبار نے میری اس تقریر کی غلط رپورٹ شائع کر دی اور لکھا کہ ہم قادیان کو تلوار کے زور سے فتح کرنا چاہتے ہیں اور ہائی کمشنر آف انڈیا نے شکایت کی کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ہندوستان کے متعلق بد ارادے ہیں۔ حالانکہ

یہ بات بدیہی طور پر غلط تھی

تلوار تو ہمارے ہاتھ میں ہے ہی نہیں۔ اس تلوار کے زور سے قادیان کو کس طرح فتح کر سکتے ہیں۔ تلوار تو پاکستان کی حکومت کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہمارے ماتحت نہیں ہم اس کے ماتحت ہیں۔ اس حکومت کے فیصلہ کرنے والے اور لوگ ہیں۔ قادیان کے دروازے اگر کھلے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ ہی کھولے گا۔ اور خدا تعالےٰ اپنے کام فرشتوں کے ذریعہ سے کیا کرتا ہے جنہیں نہ تلواروں کی ضرورت ہے اور نہ انسانی مدد کی ضرورت ہے۔

اب میں

زراعت کے متعلق

کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ غلہ کی زیادتی کا تعلق اتنا سیاست سے نہیں جتنا مذہب سے ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ غلہ کم پیدا ہو رہا ہے۔ اور زرمبادلہ بے حد خرچ ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں ملک "غلہ زیادہ اُگاؤ" پر زور دے رہے ہیں۔ مگر غلہ کے زیادہ ہونے کا تعلق آسمانی تدبیروں سے ہے زمینی تدبیروں سے نہیں۔ جماعت احمدیہ کی کثرت چونکہ پاکستان میں ہے اس لئے ہماری جماعت کے زمینداروں کو بھی "غلہ زیادہ پیدا کرو" کی کوشش میں گورنمنٹ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے کیونکہ اگر ملک کی اقتصادی حالت اچھی ہو گی تو جماعت کو بھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔ مگر جیسا کہ میں نے کہا ہے اس کوشش کا تعلق آسمانی تدبیروں سے زیادہ ہے پس ظاہری تدبیر کے علاوہ ہماری جماعت کو دعا سے بھی کام لینا چاہیئے۔ تا خدا تعالےٰ ہمارے ملک پر رحم کرے اور اپنے فضل سے اس کی فصلوں میں برکت دے۔ تاکہ ہمارے ملک کی مصیبت دور ہو اور اس کی وجہ سے ہی ہماری مصیبت بھی دور ہو۔ قرآن کریم میں

زراعت کے متعلق ایک اصول

بیان فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ و اللہ یضٰعف لمن یشاء و اللہ واسع علیم۔ (البقرہ ع ۳۶)

اس آیت میں زراعت میں ترقی کے امکانات پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بعض حالات میں ممکن ہے کہ ایک دانہ سات بالیں نکالے اور ہر بالی میں ایک سو دانہ ہو یعنی ایک دانہ ۷۰۰ گنا ہو جائے۔ پھر اس پر بس نہیں۔ اللہ تعالےٰ چاہے تو اس سے بھی زیادہ بڑھا دے۔ اس اصول کے مطابق دیکھا جائے تو چونکہ ہمارے ملک میں عام طور پر فی ایکڑ ۳۰ سیر بیج ڈالا جاتا ہے۔ اگر ایک دانہ سے ۷۰۰ دانہ تک کی پیداوار ہو تو

اس کے معنے یہ ہوں گے

کہ ایک ایکڑ سے ۳۰ × ۷۰۰ یعنی ۲۱۰۰۰ سیر اناج پیدا ہوگا۔ اور یہ ۵۲۵ من بنتے ہیں۔ گویا قرآنی اصول کے مطابق ۵۲۵ من فی ایکڑ پیداوار ہو سکتی ہے۔ اور آیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہے تو اسے اور بھی بڑھا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہی اوسط سارے پاکستان میں پیدا ہونے لگ جائے۔ اور جو زیادتی کا وعدہ ہے وہ نہ بھی پورا ہو۔ تب بھی پاکستان کی کاشت ہونے والی زمین کے لحاظ سے ۲۴ - ۲۵ ارب من صرف گندم پیدا ہو سکتی ہے۔ چاول وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ اگر اتنا ہی ان کو سمجھ لیا جائے تو پچاس ارب من غلہ سالانہ پیدا ہو سکتا ہے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں کو ملا کر ہمارے ملک کی کل آبادی ۸ کروڑ ہے۔ اور حساب کی رُو سے صرف چھ من گندم سالانہ فی کس خرچ ہوتی ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں سالانہ اڑتالیس من غلہ کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ۵۰ ارب من غلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جو ضرورت سے سو گنے سے بھی زیادہ ہے۔ اور ۸ ارب آدمیوں کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ گویا پاکستان جس کی آبادی کل آٹھ کروڑ ہے اس کو سارا سال خوراک دے کر اتنا غلہ اور چاول بچ سکتا ہے کہ غیر ملکوں میں بیچ کر اس سے کروڑوں کروڑ پونڈ زرمبادلہ کمایا جا سکے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ سچے طور پر محنت کی جائے اور خدا تعالےٰ سے دعائیں کی جائیں اور جن ملکوں نے زراعت میں ترقی کی ہے۔ ان کی نقل کی جائے۔ ہمارا زمیندار محنت سے جی چراتا ہے ورنہ وہ ایک دو ایکڑ کا مالک ہو کر بھی بڑے اعلےٰ درجہ پر اپنے خاندان کو پال سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ میں قادیان میں سیر کے لئے گیا میرے ساتھ اور بھی بعض دوست تھے ہم بسراواں کی طرف جا رہے تھے۔ عام طور پر مجھے اپنے کھیتوں کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں ہیں چنانچہ ایک گواہی میں مجھ سے میرے ایک رشتہ دار نے ایک ایسے کھیت کے متعلق سوال کیا جہاں سے میں اکثر گذرا کرتا تھا اور پوچھا کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے کہا مجھے تو علم نہیں اس پر اس کا وکیل ہنس پڑا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ اس نے کہا۔ کیا آپ منبر پر جاتے ہوئے اس رستہ سے نہیں گذرتے میں نے کہا۔ ہاں میں اسی رستہ سے گذرتا ہوں۔ اس نے کہا پھر آپ کو اس کھیت کا علم کیوں نہیں میں نے کہا۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے زمینوں کا کام اپنے بھائی کے سپرد کیا ہوا ہے خود مجھے علم نہیں۔ کہ میری زمین کہاں ہے۔ بلکہ ممکن ہے میرے بھائی کو بھی اس کھیت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ وہ بھی سارا دن

دین کے کاموں میں لگے رہتے ہیں

لیکن بہرحال مجھے تو بالکل پتہ نہیں وکیل نے عدالت کو کہا کہ دیکھئے؟ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ وکیل غیر احمدی ہے اور اب تک زندہ ہے۔ بعد میں مجھے ملا تو کہنے لگا مجھے آپ کے حالات کا علم نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اس قسم کا سوال کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ نے کہا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ کیونکہ آپ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے بلکہ دین کے کاموں میں ہی لگے رہتے ہیں تو بسراواں جاتے ہوئے میں ایک کھیت کے پاس سے گذرا میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ کھیت کسی سکھ کا معلوم ہوتا ہے۔ میرے ساتھی کہنے لگے آپ کو یہ کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ کھیت کسی سکھ کا ہے میں نے کہا اچھا کسی زمیندار کو بلا کر اس سے پوچھو۔ چنانچہ ایک زمیندار کو بلایا گیا اور اس سے دریافت کیا گیا۔ کہ یہ کھیت کس کا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ کھیت فلاں سکھ کا ہے۔ پھر میں نے کہا یہ ساتھ والا کھیت کسی مسلمان کا ہے اور اس زمیندار نے اس بات کی بھی تصدیق کی۔ ساتھ والے کہنے لگے آپ کو یہ کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ کھیت کسی سکھ کا ہے اور ساتھ والا کسی مسلمان کا ہے۔ میں نے کہا مجھے پتہ ہے کہ سکھ محنت کرتا ہے اور مسلمان اپنے کھیت میں سارا دن حقہ پیتا رہتا ہے۔ اس لئے مسلمان کی فصل خراب ہوتی ہے۔ اور سکھ کی فصل اچھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس تجربہ کے ماتحت جب میں نے عمدہ فصل دیکھی تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ کسی سکھ کا کھیت ہے۔ اور جب میں نے اس کے ساتھ ہی ایک ردی فصل دیکھی تو میں نے سمجھا کہ یہ کسی مسلمان کا کھیت ہوگا۔ چنانچہ اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ

ہمارا زمیندار محنت سے جی چراتا ہے

اور حقہ وغیرہ میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ ہمارا مزدور عمارت بناتے ہوئے اینٹ اٹھاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا اس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ جا کر ایک اینٹ کو اٹھاتا ہے اور پھر اسے پھونک مار مار کر صاف کرتا ہے۔ پھر ٹوکری میں بڑے اطمینان سے رکھتا ہے۔ پھر وہ دوسری اینٹ اٹھاتا ہے اور اس کے ساتھ بھی یہی کچھ کرتا ہے۔ اور پھر کوئی آدھ گھنٹہ میں ایک ٹوکری اٹھا کر معمار کے پاس پہنچتا ہے۔ جب میں ۱۹۲۴ء میں انگلستان گیا تو ایک دن میں حافظ روشن علی صاحب سے میں نے کہا کہ کیا آپ نے یہاں کوئی عمارت بنتے دیکھی ہے کہنے لگے ہاں دیکھی ہے۔ میں نے کہا کیا اس ملک میں اور ہمارے ملک میں کوئی فرق ہے۔ کہنے لگے اس ملک میں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی عمارت کو آگ لگی ہوئی ہے۔ اور یہ لوگ اسے بجھانے کے لئے جا رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں مزدور کیا اور معمار

کیا سب اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے افیون کھائی ہوئی ہے۔ اگر زمیندار محنت سے کام کریں تو ایک ایکڑ کا مالک بھی بڑی اچھی طرح اپنے خاندان کو پال سکتا ہے مختلف ممالک میں پیداوار کا جو اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس کے مطابق یورپ کے ملکوں میں اٹلی کی آمد سب سے کم ہے۔ لیکن وہاں بھی

۴۰۰ روپیہ فی ایکڑ آمد ہے

ہالینڈ میں تین ہزار روپے فی ایکڑ آمد ہے۔ اور جاپان میں چھ ہزار فی ایکڑ آمد ہے۔ چونکہ ساری زمین کا ۱/۲ حصہ زیر کاشت لایا جاتا ہے۔ اس لئے اٹلی کے لحاظ سے ساری مجموعی زمین پر ۴۵۰ روپے فی ایکڑ آمد ہونی چاہیئے۔ اور ہالینڈ کی آمد کے حساب سے ساڑھے سات سو روپیہ فی ایکڑ آمد ہونی چاہیئے۔ اور جاپان کے لحاظ سے دو ہزار روپیہ فی ایکڑ آمد ہونی چاہیئے۔ تم سمجھ لو کہ اگر ہمارے ملک کے زمیندار اٹلی ہالینڈ اور جاپان کے زمینداروں جتنی محنت کریں تو ہمارا ملک کس قدر مالدار ہو سکتا ہے اور ہماری جماعت کی تبلیغی کوششیں کتنی وسیع ہو سکتی ہیں۔ اگر ہمارے ملک کی پیداوار اٹلی جتنی بھی ہو تو جماعت کی موجودہ مقدار کے لحاظ سے ہمارا سالانہ چندہ ۸۰ لاکھ یا ایک کروڑ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور جوں جوں جماعت بڑھتی جائے گی چندہ بھی بڑھتا جائے گا۔ اور ایک کروڑ سالانہ کی آمد پر ہم اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں پھر بڑی سہولت تو یہ ہے کہ اگر اس قدر پیداوار بڑھ جائے۔ تو پاکستان کے پاس زرمبادلہ اس قدر بڑھ جائے گا کہ وہ ہمیں مبلغوں کو بھیجنے کے لئے زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ دے سکے گا۔ اور ان کی تبلیغ بڑی وسیع ہو جائے گی۔ اور اگر باہر والے بھی کوشش کریں تو ان کی مدد سے یورپ کے ہر بڑے شہر میں مساجد بن سکتی ہیں۔ اور یورپ جو اب تثلیث کا گڑھ ہے آئندہ توحید کا علمبردار ہو جائے گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت کی بجائے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت

قائم ہو جائے گی۔ اور واحد خدا کی تبلیغ اس طرح روس میں بھی کامیاب ہو جائے گی۔ جس طرح آجکل دہریت کی تبلیغ کامیاب ہو رہی ہے۔ زراعت کی زیادہ پیداوار کے لئے کھاد کی ضرورت پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ دو سال ہوئے امریکہ سے کچھ ماہرین زراعت آئے تھے۔ میں نے پاکستان کے متعلق ماہرین زراعت کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ملک میں مصنوعی کھاد غلط طریق پر استعمال کی جاتی ہے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ اگر مصنوعی کھاد میں نباتاتی یا حیواناتی کھاد زیادہ مقدار میں نہ ملائی جائے۔ تو مصنوعی کھاد سے زمین خراب ہو جاتی ہے اور پیداوار ترقی نہیں کرتی۔ اور امریکہ کا پرانا تجربہ یہ بھی ہے کہ نباتاتی کھاد کے لئے برسیم کی بجائے جس پر ہمارے ملک میں زور دیا جاتا ہے۔

سورج مکھی کی کاشت

پر زور دیا جائے۔ اور جب سورج مکھی کی فصل کچھ بڑی ہو جائے تو ہل کے ذریعہ زمین میں دفن کیا جائے۔ تاکہ اس میں نباتاتی کھاد پہنچ جائے۔ اس وقت مصنوعی کھاد کی ایک دو ٹوکریاں بھی ڈال دی جائیں۔ تو وہ بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ برسیم بے شک اعلیٰ قسم کی کھاد ہے۔ لیکن برسیم کا زیادہ مقدار میں پیدا کرنا بڑی محنت چاہتا ہے۔ وہ صرف چند کنال میں بوئی جا سکتی ہے۔ اس لئے اگر وہ برسیم سے دس حصے کم بھی فائدہ دیتی ہو تب بھی چونکہ ہزاروں ہزار ایکڑ میں بوئی جا سکتی ہے۔ اس لئے ملک کو حقیقی فائدہ برسیم کی نسبت کئی سو گنے زیادہ پہنچ سکتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو سورج مکھی کے بونے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ عام طور پر جون میں بوئی جاتی ہے۔ اور پھر جب اس کے پودے زمین سے کچھ اوپر نکل آئیں تو اسے زمین میں دفن کر دینا چاہیئے۔ اور اسی وقت پر تھوڑی سی مصنوعی کھاد بھی ڈالنی دینی چاہیئے۔

امریکہ کے لوگ

سورج مکھی سے نہ صرف کھاد کا کام لیتے ہیں۔ بلکہ اس سے مرغی خانے اور ڈیری فارم بھی چلاتے ہیں۔ مرغیاں اس کے بیج کے کھانے سے انڈے زیادہ دیتی ہیں۔ اور گائے اسے کھائے تو اس کا دودھ بڑھ جاتا ہے۔ میں آئندہ کے لئے یہ بھی اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہر سال جو جماعت سب سے زیادہ اگاؤ کی مہم میں فسٹ آئے گی۔ جلسہ سالانہ پر اس کے نام کا اعلان کیا جائے گا تاکہ دوسری جماعتوں میں بھی شوق پیدا ہو۔

اب میں

تحریک جدید اور وقف جدید

کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں

تحریک جدید کو قائم ہوئے ۲۵ سال ہو چکے ہیں۔ لیکن وقف جدید کو قائم ہوئے ابھی ایک سال ہوا ہے۔ وقف جدید میں شامل ہونے والوں کی درخواستیں برابر چلی آ رہی ہیں۔ مگر ابھی یہ تعداد بہت کم ہے۔ وقف جدید میں شامل ہونے والے لوگ کم سے کم ایک ہزار ہونے چاہئیں۔ اگر دس بیس ہزار ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔ اگر ہماری جماعت کے زمیندار اپنی آمدنیں بڑھائیں تو وقف جدید کے چندے بھی بڑھ جائیں گے اور ہم مزید آدمی رکھ سکیں گے۔ اس وقت اسی آدمی کام کر رہے ہیں۔ پچھلے سال ستر ہزار کے وعدے آئے تھے جن میں سے اکثر حصہ وصول ہو چکا ہے۔ اور یہ صیغہ عمدگی سے اپنا کام کر رہا ہے اور ترقی ہوئی تو اس کا کام اور بھی بڑھ جائے گا۔ اس تحریک کے ذریعہ اس سال ۴۰۰ بیعتیں آئی ہیں۔ جبکہ اصلاح و ارشاد کے ذریعہ صرف ۴۵ بیعتیں آئی ہیں۔ پس

یہ نہایت مبارک کام ہے

چونکہ وقف جدید میں پرائمری اور مڈل پاس لڑکے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے ہماری جماعت جو باقی سب جماعتوں سے تعلیم میں بہت زیادہ ہے۔ وہ آسانی کے ساتھ اس تعلیم والے دس پندرہ ہزار مبلغ پیش کر سکتی ہے۔ امید ہے کہ جماعت کے افراد اس طرف خاص توجہ کریں گے اور ملک کی جہالت کو دور کرنے میں مدد کریں گے۔ مجھے بعض لوگوں کی درخواستیں آتی ہیں۔ لیکن ان میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ میں اپنا لڑکا جس کی عمر اڑھائی سال کی ہے وقف جدید میں پیش کرتا ہوں۔ حالانکہ جو بچہ اڑھائی سال کا ہے۔ اور جو بولتا بھی نہیں اس نے تبلیغ کیا کرنی ہے یا تعلیم کیا دینی ہے۔ بے شک ہم نے تعلیم کا معیار کم رکھا ہے لیکن عمر کم نہیں کی۔ بڑا آدمی ہو تو چاہے وہ پرائمری پاس ہی ہو کام کر سکتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنا اڑھائی سال کا بچہ وقف کرتا ہے وہ دین پر جھوٹا احسان کرتا ہے۔ امید ہے کہ جماعت کے افراد اس طرف خاص توجہ کریں گے اور ملک کی جہالت کو دور کرنے میں مدد کریں گے۔ اسی طرح ملک کی بیماریوں کے دور کرنے میں بھی مدد کریں گے۔ کیونکہ وقف جدید کے واقفین اپنے علاقہ میں تعلیم بھی دیتے ہیں اور بیماروں کا دیسی اور ہومیوپیتھک علاج بھی کرتے ہیں۔ گو حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ہمیں کافی ڈاکٹر مل گئے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کی آبادی کے لحاظ سے ان کی تعداد ابھی کافی نہیں۔ چنانچہ میرے پاس کئی احمدی ڈاکٹروں کے خط آتے ہیں کہ ہماری عمر ریٹائر ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے۔ لیکن محکمہ ہمیں ریٹائر نہیں کرتا جس سے پتہ لگتا ہے کہ ابھی محکمہ کے پاس کافی ڈاکٹر نہیں۔ اگر کافی ڈاکٹر ہوں تو ریٹائر ہونے کی عمر تک پہنچنے پر انہیں ریٹائر کیوں نہ کرے۔ یورپ کے بعض ملکوں میں ہر سو آدمی پر ایک معالج ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی آٹھ کروڑ ہے اس لحاظ سے ہمارے پاس تو

ایک لاکھ معالج ہونا چاہیئے

انگلستان میں سب سے کم معالج ہیں۔ وہاں دو ہزار پر ایک معالج ہے۔ پس انگلستان کے لحاظ سے بھی ہمارے پاس چالیس ہزار معالج ہونا چاہیئے۔ ہومیوپیتھک اور دیسی طب میں یہی فائدہ ہے کہ ایک تو علاج سستا ہو جاتا ہے دوسرے کثرت سے معالج مہیا ہو سکتے ہیں۔ امریکہ میں ہومیوپیتھک معالج کثرت سے ہیں ہمارے ملک میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ڈاکٹری پاس لوگ ہی علاج کر سکیں جو درست نہیں۔ مجھے ہومیوپیتھک کا شوق ہے۔ اور میں محض خدمت خلق کے طور پر تیس سال سے مفت علاج کر رہا ہوں۔ اور میرے کتب خانہ میں اتنی کتابیں ہیں جو بڑے بڑے ڈاکٹروں کے کتب خانوں میں بھی نہیں

میں نے دیکھا ہے کہ مری میں ایک صاحب جو پیشے معمولی کمپاؤنڈر تھے۔ اور ہومیوپیتھی کی پریکٹس کرتے تھے۔ انہوں نے میرا علاج کیا اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے میرا علاج کیا تھا۔ لیکن میں اکڑوں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ لیکن ان صاحب نے میرا علاج کیا اور میں اکڑوں بیٹھنے لگ گیا۔ وہ معمولی کمپاؤنڈر تھے۔ لیکن کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بڑے اچھے ڈاکٹر بن گئے ہیں۔ یہاں تک کہ لاہور کے بعض کالجوں کے پاس شدہ ڈاکٹر ہیں ان سے بھی زیادہ ان کی دوائی مؤثر ہوتی تھی۔ ہمارے ربوہ میں بھی ایک صاحب ہومیوپیتھک کی پریکٹس کرتے ہیں۔ وہ معمولی کلرک تھے لیکن ہومیوپیتھک کی پریکٹس میں انہوں نے بڑی مشق کر لی ہے۔

بہرحال

جماعت کو چاہیئے

کہ تحریک جدید اور وقف جدید کی طرف خاص توجہ کرے۔ اسی طرح واقفین کو چاہیئے کہ وہ تفسیر بھی پڑھیں۔ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر بھی اور لوگوں میں پھیلائیں تاکہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق پیدا ہو۔ قرآن کریم ہی ایک ایسی چیز ہے جو دلوں میں نور پیدا کرتی ہے۔ اگر آپ لوگ قرآن پھیلائیں گے تو احمدیت کی دشمنی لوگوں کے دلوں سے خود بخود کم ہو جائے گی۔ جب وہ پڑھیں گے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ بھی سختی نہ کرو۔ تو کیا انہیں خیال نہیں آئیگا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ کیوں سختی کرتے ہیں۔ ہماری جماعت شکایت کیا کرتی ہے کہ لوگ ہم پر سختی کرتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو قرآن سے واقف نہیں کیا۔ اگر وہ تفسیر صغیر وغیرہ اپنے پاس رکھیں اور لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیں تو آہستہ آہستہ لوگوں پر

قرآن سیکھنے کا شوق

پیدا ہو جائیگا۔ مجھے یاد ہے پہلی جنگ میں ہمارے ایک دوست عراق گئے۔ انہوں نے ایک غیر احمدی کرنیل کو تفسیر کبیر پڑھنے کیلئے دی۔ انہوں نے جب واپس لی تو وہ کہنے لگا مجھے یہ کتاب دیدو خواہ سو روپیہ لے لو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں اس نے سو روپیہ مجھے دیدیا اور میں نے تفسیر کبیر کیلئے قادیان لکھ دیا۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تفسیر کبیر کی وہ جلد ختم ہو چکی ہے۔ پس ہمارے دوست اگر تبلیغ کیلئے یہ طریق استعمال کریں تو بڑا مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا نہ کریں کہ وہ تفسیر کبیر کی ان دو جلدوں کا جو ان کے پاس ہیں سو سو روپیہ مجھ سے مانگنا شروع کر دیں۔ میں نے پچھلے سال جلسہ پر ذکر کیا تھا کہ پندرہ سال پہلے ایسا ہوا تھا لیکن ایک دوست نے جھٹ اپنی تفسیر مجھے بھیجدی اور کہا کہ ایک سو روپیہ مجھے دیدیں میں نے کہا یہ تو پندرہ سال پہلے کی بات ہے۔ اب تو مجھے پتہ بھی نہیں کہ وہ صاحب کہاں ہیں۔ کہنے لگا کچھ کم روپے دیدیں۔ میں نے کہا میں نے تو تفسیر خریدنی نہیں میرے پاس تفسیر موجود ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ ایک غیر احمدی افسر پر اس کا اس قدر اثر ہوا تھا کہ اس نے سو روپیہ دے کر اس کتاب کو خریدنا چاہا۔ جاؤ اور عراق سے اس آدمی کو تلاش کرو شاید وہ آدمی مل جائے اور تفسیر سے لے میں کیوں لوں۔ بعد میں وہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو لکھتے ہیں کہ کچھ روپیہ ہی مجھے دیدیں۔ ساٹھ ہی دیدیں۔ چالیس ہی دیدیں۔ بہرحال جو شخص ان کتابوں کو پڑھتا ہے اس پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ میں نے یہاں تک بھی کہا تھا کہ اگر کوئی غیر احمدی کتاب خرید کر پڑھنا چاہے۔ تو اسے نصف قیمت میں دیدو۔ بہرحال بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے

تفسیر کبیر پڑھی

اور بعد میں اسکے متعلق بڑی اچھی رائے کا اظہار کیا۔ تفسیر کبیر کا تو ہر ایک کیلئے پڑھنا مشکل ہے لیکن تفسیر صغیر سے تھوڑی سی محنت کے بعد پورا قرآن پڑھا جا سکتا ہے اسلئے اس کی طرف توجہ بہت مفید ہو سکتی ہے۔ یہ تبلیغ کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ زبانی تبلیغ کرنے بیٹھو تو بعض اوقات لڑائی ہو جاتی ہے اور فتنہ پیدا کرنا اسلام کے خلاف ہے لیکن اگر تم کسی کو کتاب پڑھنے کیلئے دیدو تو وہ گھر میں بیٹھ کر ہی اسے پڑھے گا اور اگر وہ گھر میں بیٹھا ہوا وہ کتاب پڑھے گا تو وہ بیوی سے تو نہیں لڑنے لگا اور نہ تم سے لڑائی کر سکے گا۔ اسلئے یہ طریق بہت مفید ہے۔ دوسرے قرآن میں یہ برکت ہے کہ وہ دوسرے پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے

کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک رئیس آیا۔ جو شراب کا عادی تھا۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ شراب چھوڑ دو مگر وہ کہتا تھا کہ مجھ سے شراب چھوڑی نہیں جاتی۔ آخر میں نے کہا۔ مجھے حضرت صاحب سے ملادو۔ چنانچہ میں نے اس کی ملاقات کا انتظام کروا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرہ دارالفکر میں لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ باہر نکلا تو اسکی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ آپ فرماتے تھے میں نے کہا تمہیں کیا ہوا۔ کہنے لگا آپ نے مجھے اتنی نصیحت کی تھی۔ لیکن مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن مرزا صاحب نے صرف چند لفظ کہے تو میری چیخیں نکل گئیں اور آج سے میں نے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ حضرت خلیفہ اول فرمانے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں جو اثر ہو سکتا تھا وہ میرے کلام میں کہاں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بھی بات ہے کہ جو فرق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اولؓ کے کلام میں تھا اس سے لاکھوں گنا فرق آپ لوگوں کے کلام اور قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ آپ لوگ اگر کسی کو دس دفعہ نصیحت کریں گے تو اتنا اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر قرآن اسے پڑھنے کے لئے دیں گے تو اس پر بہت زیادہ اثر ہوگا غرض لوگوں تک حق پہنچانے اور ان کے دل نرم کرنیکا

یہ سب سے بہتر ذریعہ ہے

قرآن کریم میں حب وطن کا بھی ذکر آتا ہے۔ ہندویت تمدن کا بھی ذکر آتا ہے۔ اپنے ہمسایوں پر رحم کرنے کا بھی ذکر آتا ہے۔ غیر مذاہب کے لوگوں سے ہمدردی کرنے کا بھی ذکر آتا ہے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص قرآن پڑھے اور پھر دوسرے پر نہ خفا کرے۔ ابھی ایک جگہ ایک احمدی کو سزا ملی ہے چھوٹا افسر جو سزا دینے والا تھا وہ مخالف تھا اسکی اپیل ایک اور اعلیٰ افسر کے پاس گئی تو اس نے کہا کیا مرزائی ہی سزا دینے کے لئے رہ گئے ہیں۔ عیسائی بھی تبلیغ کرتے ہیں اگر انہوں نے تبلیغ کی تو کیا ہوا۔ گویا یہ فطرت کی آواز تھی جو اسکے دل سے آئی۔ ممکن ہے اس نے قرآن کریم پڑھا ہوا ہو۔ اور اس پر یہ اثر ہو کہ اگر عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی حسن سلوک کرنیکا حکم ہے تو غریب مرزائی کو کیوں سزا دی جائے۔ تو یہ تبلیغ کا ایک نہایت کامیاب ذریعہ ہے۔ اس کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے

کہ ہمارے ایک دوست شیر محمد یکہ بان ہوتے تھے وہ کانگڑہ کے رہنے والے تھے انہوں نے ایک سو سے زیادہ احمدی کیا تھا۔ ان کی تبلیغ کا یہ طریق تھا کہ وہ الحکم منگوایا کرتے تھے۔ وہ ان پڑھ تھے لیکن الحکم جیب میں ڈالے رکھتے اور جو آدمی پڑھا لکھا ایکہ میں بیٹھتا اسے کہتے بھائی جی مجھے یہ اخبار پڑھ کر سنائیں۔ وہ شخص الحکم پڑھنا شروع کرتا اور اس پر اثر ہونا شروع ہو جاتا اور یا تو وہ سخت مخالف ہوتا تھا اور یا پھر گھر پہنچ کر لکھتا مجھے پتہ لکھوا دو۔ میں نے بھی یہ اخبار منگوانا ہے۔ اس میں بہت اچھی باتیں ہیں۔ وہ پہلو تہی کے بعد بتاتا اور کہتا میری بیعت کا خط لکھ دو۔ اس طرح انہوں نے سو سے زیادہ احمدی کئے۔ اگر الحکم دوں پر اثر کر سکتا ہے تو قرآن سے تو یقیناً بہت زیادہ فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسی برکت دیگا کہ لوگوں کے دل بالکل صاف ہو جائیں گے اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے آج جو تمہارے دشمن ہیں کل وہ تم پر جان قربان کرنے لگ جائیں گے۔ اور اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری خود حفاظت فرمائیگا قادیان کے قریب راجپورہ میں ہماری کچھ زمین تھی ایک دفعہ میں وہ زمین دیکھنے گیا تو وہاں ایک عیسائی ہمارے تعاقب میں پہنچ گیا۔ وہ اس نیت سے راجپورہ گیا کہ مجھے مار ڈالے۔ لیکن وہاں سے وہ ناکام واپس آیا اور گھر آ کر اسے پتہ لگا کہ اس کی بیوی بدکار ہے اس نے اسے مار دیا۔ اور اسکے نتیجہ میں پھانسی کے تختہ پر لٹکایا گیا

عدالت میں اُس نے بتایا

کہ راجپورہ میں مرزا صاحب کو مارنے گیا تھا لیکن جب میں وہاں گیا تو ان کے ایک محافظ ذکی خان مرحوم بندوقیں صاف کر رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ ان کے پاس تو ایک بندوق ہے اور انکے پاس کئی بندوقیں ہیں میں یہاں سے بچ کر نہیں جاؤنگا۔ چنانچہ میں وہاں سے بھاگ آیا گھر آیا تو مجھے پتہ لگا کہ میری بیوی بدکار ہے اس پر میں نے اسے مار دیا۔ ورنہ مارنے میں مرزا صاحب کو گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ جب حفاظت کرتا ہے تو وہ آپ ہی آپ سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں دارالحمد میں رہتا تھا۔ اور ایک دن میرا ایک لڑکا میرے پاس آیا اور کہنے لگا ایک آدمی باہر آیا ہوا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے ضروری ملاقات کرنی ہے میں جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اس نے کہا میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ میرے پاس عبدالاحد پٹھان جو اب قادیان میں رہتے ہیں کھڑے تھے انہوں نے جھٹ اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اس نے آپ کو مارنے کیلئے خنجر چھپایا ہوا ہے۔ میں نے کہا تمہیں کیسے پتہ لگا۔ اس نے کہا میں پٹھان ہوں اور ہم میں دستور ہے کہ ہم خنجر اپنے سینے میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک خاص طرز پر اپنی ٹانگ ہلاتا تھا جس سے میں سمجھ گیا کہ اسکے سینے میں ضرور کوئی چیز ہے چنانچہ میں نے ہاتھ مارا تو مجھے ایک سخت سی چیز محسوس ہوئی اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ بچانے پر آئے تو بڑے سے بڑے دشمنوں کو بھی ناکام کر دیتا ہے

یہ انسان کی غلطی ہوتی ہے

کہ وہ سمجھتا ہے کہ میری تدبیر سے یہ ہوگا حالانکہ انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی کا دل بدل سکے ہاں اللہ تعالیٰ ہر شخص کے دل بدل سکتا ہے دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیسے کیسے دشمن تھے مگر بعد میں وہ آپکے بڑے جانثار ثابت ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ لکھنؤ میں ایک عرب آیا لوگ اسکی بڑی خاطر تواضع کرتے تھے کہ یہ بغداد شریف سے آیا ہے۔ میاں چٹو اہل قرآن کے لیڈر ہوتے تھے وہ اسے قادیان لے آئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن شریف میں یوں لکھا ہے اور آپ نے "ق" کو پنجابی لہجہ میں ادا کیا اس پر عرب کہنے لگا آپ کو کس نے مسیح بنایا ہے۔ آپ تو "ق" بھی نہیں بول سکتے

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید

اسوقت مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اُسے مارنے کیلئے ہاتھ اُٹھایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوراً اُنکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پاس ہی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اُنہیں فرمایا کہ ان کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیں اور ایسا نہ ہو کہ مجلس برخاست نہ ہو جائے اُن کا ہاتھ نہ چھوڑیں چنانچہ اُنہوں نے اُنکا ہاتھ پکڑے رکھا۔ بعد میں اُس نے میاں چٹو کے ساتھ دھوکہ بازی کی۔ اور انہوں نے اُسے گھر سے نکال دیا۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی جو ہماری جماعت کے ایک بڑے مخلص دوست تھے۔ میاں چٹو کے پوتے تھے میاں چٹو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے معتقد تھے مگر بعد جب اُنہیں پتہ لگا کہ اس میں کوئی اخلاقی نقص ہے تو وہ کہنے لگے کہ جس شخص کے اخلاق خراب ہیں اسے یہ حق کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ پر اعتراض کرے چنانچہ وہ اُن سے الگ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ دنوں کو پھیرتا رہتا ہے اور کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے اور اُسی پر بڑی امیدیں رکھنی چاہئیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مہربان اور طاقتور کوئی نہیں۔ اس طرح جماعت کو

تحریک جدید کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہیئے

اگر اس کا چندہ بڑھ جائے۔ تو ہمیں دنیا کے ہر ملک میں مسجد بنانے کی توفیق مل جائے گی۔ اور اس طرح ہم اسلام کا جھنڈا دنیا کے ہر کونہ میں گاڑ سکیں گے۔ غیر ممالک میں اشاعت اسلام کا کام تحریک جدید کے سپرد ہے۔ اور یہ کام اتنا وسیع ہے کہ جماعت کی خاص توجہ کے بغیر اسے کامیابی سے چلانا مشکل ہے۔ اسلام کو دنیا میں پھر سے غالب کرنے کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے۔ اس لئے اسے اس سلسلہ میں ہمیشہ مالی اور جانی قربانیوں میں پورے جوش سے حصہ لینا چاہیئے۔ تاکہ ہم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

اب میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں کل انشاء اللہ دوسری تقریر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور آپ کو زیادہ سے زیادہ جلسہ سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

درخواست ہائے دعا

(۱) محترم محبوب حسن صاحب وکیل بھیلپیڑہ یو پی کینسر کے عارضہ سے بیمار ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

(۲) محترم سیٹھ محمد عبدالحی صاحب یادگیر کی والدہ محترمہ بیوہ حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب مرحوم بعارضہ ضعف قلب و ہائی بلڈ پریشر سخت علیل ہیں اور حیدرآباد دکن میں زیر علاج ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مسجدوں کی رونق ہو

(بقیہ صفحہ ۳)

گویا وہ اپنا دل مسجد میں ہی چھوڑ آیا ہے۔ یہ وہی حقیقت ہے کہ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام "دست با کار و دل بایار" کے لطیف الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے

دوستوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ رمضان کا آخری عشرہ روحانیت کے زبردست انتشار کی وجہ سے دعاؤں کی قبولیت کا خاص زمانہ ہے۔ اور اسی عشرہ میں وہ رات بھی آتی ہے جسے قرآن مجید میں لیلۃ القدر کے نام سے یاد کیا گیا ہے جس میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کے افضال و رحمت کی وسعت اور دوسری طرف مخلص بندوں کی دعاؤں کی قدر و قیمت بے انتہا بڑھ جاتی ہے و فی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔ دعاؤں کے فلسفہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں۔

دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہام یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اس کے سوا کوئی ہتھیار ہمارے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے مگر اکثر لوگ دعا کی اصل فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ دعا کے ٹھیک ٹھکانے پر پہنچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہے۔ دراصل دعا کرنا ایک قسم کا موت اختیار کرنا ہے۔"

کاش ہمیں یہ موت میسر آجائے!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار
راقم آثم مرزا بشیر احمد ربوہ
۲۷ مارچ ۱۹۵۹ء

یوم مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک تقریب پر

مختلف مقامات میں احمدیہ جماعتوں کے جلسے

کوسمبی

مورخہ ۲۳/۳/۵۹ کو زیر صدارت مکرم مولوی سید احمد صاحب جامع مسجد کوسمبی میں جلسہ یوم "مسیح موعود علیہ السلام منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم صدر صاحب نے مسیح موعود علیہ السلام کے تبلیغی کارنامے اخبار بدر کے مسیح موعود نمبر سے پڑھ کر سنائے۔ بعد ان کے مولوی سید فضل عمر صاحب نے مسیح موعود کی ضرورت پر تقریر فرمائی۔ ازاں بعد مکرم سید بدر الدین احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ سونگھڑہ نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر جو کام سرانجام دیا گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی نے نہیں کیا۔ پہلا یہ کہ اسلام میں اندرونی اختلافات کا اصل کسوٹی قرآن کریم سے فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ ہر فرقہ نے اپنے مطلب کی احادیث یا آئمہ کے اقوال کو قرآن کریم پر حاکم اور قاضی بنا رکھا تھا۔ تفسیر نویسی کا چیلنج علاوہ ازیں مسلمانوں عیسائیوں کے متعلق پیشگوئیاں جو نہایت شان سے پوری ہوئیں۔ آخیر میں صاحب صدر نے اپنی تقریر میں حاضرین کو مبارکباد دی کہ باوجود دور دراز ہونے کے دور و نزدیک سے آپ لوگوں کا جمع ہو کر یوم مسیح الموعود علیہ السلام کو منانا قابل مبارکباد ہے۔ نیز فرمایا کہ پیشگوئیاں تو بے شمار حضور علیہ السلام کی ذات میں پوری ہوئیں۔ لیکن متلاشی حق کے لئے تو ایک ہی پیشگوئی سورج چاند گرہن کی کافی ہے اس پر اگر اہل بصیرت غور کریں تو ہدایت مل سکتی ہے۔ نیز یہ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے سلسلہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ تقریباً بارہ بجے دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

تیماپور

مورخہ ۲۳/۳/۵۹ کو مسجد احمدیہ بعد نماز تراویح زیر صدارت مکرم مولوی مبارک احمد صاحب وکیل جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم احمد حسن صاحب نے پہلی تقریر فرمائی۔ جس میں قوم بنی اسرائیل کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے آخری خلیفہ مسیح علیہ السلام ہوئے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمت میں سے ایک موعود کی بشارت دی تھی جو مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہونگے پھر بتایا کہ مسیح موعود کے زمانہ کے لئے جو بیشمار پیشگوئیاں تھیں وہ کس شان سے زمانہ موعودہ میں پوری ہوئیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر مہر صداقت ثبت ہوئیں۔ بعدہ نظم پڑھی گئی۔ اور مکرم خلیل احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر مختصر تقریر فرمائی۔ بعدہٗ مکرم عبدالعزیز صاحب سیکرٹری تعلیم نے کچھ اعتراضوں کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب نے تقاریر بالا پر تبصرہ کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے حالات پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ یہ وہی زمانہ ہے جس کی نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کو ڈرایا تھا اور ساتھ ہی خوشخبری بھی دی تھی کہ آخری زمانہ میں میرے صحابہ جیسی جماعت پیدا ہوگی چنانچہ سلسلہ احمدیہ نے اسلام پر اندرونی اور بیرونی حملوں کی مدافعت کرتے ہوئے دنیا کے کناروں تک حقیقی اسلام کو پھیلا کر جماعت کو باغی یا پاش کر دیا۔ جلسہ بعد دعا بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

موسیٰ بنی مائنز

مورخہ ۲۳/۳/۵۹ کو بعد نماز مغرب جماعت احمدیہ نے زیر صدارت مکرم مولوی محمد موسیٰ صاحب جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام مسجد احمدیہ میں منعقد کیا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم شیخ عبدالشکور صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات بیان کرتے ہوئے آپ کی صداقت اور مخالفین کی ذلت و ناکامی پر مفصل تقریر فرمائی۔ دوسری تقریر مکرم شیخ ابراہیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ موسیٰ بنی مائنز نے جلسہ کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ کی پہلی بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ آپ بچپن ہی سے نہایت پاکباز تھے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام وحی آپ کو ۱۸۸۲ء میں ہی بتلا دیا تھا کہ زمانہ موجودہ کے آپ ہی مجدد ہیں۔ آخر میں مکرم صدر صاحب نے صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ۲۳ مارچ جماعت احمدیہ کے لئے ایک اہم تاریخ ہے۔ اس روز آپؑ نے اپنے مخلصین سے بمقام لدھیانہ پہلی بیعت لی۔ اس دن چالیس افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اقرار کیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ آؤ اس دن کی یاد میں ہم اپنے عہد کو پھر تازہ کرتے ہوئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عہد پر ہمیں ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اس کے بعد مکرم مولوی محمد موسیٰ صاحب نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ایسی بستی میں پیدا ہوئے جو ہر لحاظ سے گمنام جگہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کو تمام دنیا میں شہرت دی۔ اس کے بعد دعا ہوئی اور جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔

حیدرآباد و سکندرآباد

مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء کو جوبلی ہال میں بعد نماز عصر زیر صدارت حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم محمد صادق صاحب نے مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق اپنا قیمتی مضمون پڑھا۔ اور قرآن کریم سے دلائل پیش کئے۔ بعدہٗ مکرم مولوی حکیم محمد الدین صاحب نے مولانا روم کی ایک لطیف حکایت بیان کرتے ہوئے کاملین کی شناخت کے معیار بتلائے اور قرآن کریم سے مسیح الموعود علیہ السلام کے دعویٰ کا سال نکال کر بتلایا اور آپ کے بابرکت کارناموں کو آپ کی صداقت کی گواہی میں پیش کر کے بتلایا کہ یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے کام ہیں۔ آپ نے احباب کو توجہ دلائی کہ ایسے دنوں کو جو شعائر اللہ کی تعظیم کے لئے مقرر کئے جائیں ان کے مناسب حال منائے جائیں۔ اس کے بعد دعا کے ساتھ جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

کیرنگ

مرکزی ہدایت کے مطابق ۲۳/۳/۵۹ کو یوم مسیح موعود علیہ السلام منایا گیا جس میں تقریباً ۴۰۰ مرد و زن شامل ہوئے۔ جلسہ بعد نماز مغرب مکرم مولوی محسن خان صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے موضوعات پر مکرم شیخ طاہر الدین صاحب مکرم لیسین خان صاحب اور مکرم انیس الرحمان صاحب نے تقاریر فرمائیں۔ اور تقریباً نو بجے شب کو بخیر و خوبی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

رانچی

۲۳/۳/۵۹ کو بعد نماز مغرب خان بہادر سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ کے بنگلہ زیر صدارت مکرم مولوی محمد ایوب صاحب ایم۔ ایس۔ سی جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد مکرم مولوی عبدالحق صاحب مبلغ جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور کارہائے نمایاں پر تقریر فرمائی۔ اور احباب جماعت کو تبلیغ اسلام کی اہمیت و ضرورت کی طرف توجہ دلائی۔ صدر محترم نے اپنی تقریر میں دوستوں کو کما حقہٗ اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تحریک کی اور تبلیغ کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کا وعدہ کیا کہ آئندہ جس قدر ٹریکٹ و لٹریچر مقامی طور پر شائع کئے جائیں گے اس کے نصف اخراجات آپ ادا فرمائینگے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ بعد دعا اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

سیاروں کا مسئلہ

(بقیہ صفحہ اوّل)

آدم - نوح - موسٰے اور محمدؐ صلعم پیدا ہو چکے ہیں - کیا یہ دوسرے سیاروں کے انبیا سیار نہیں ہو سکتے - اور کیا اس قول کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ سلسلہ نبوت و شریعت زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں میں بھی جاری ہے؟

رفع عیسےٰ اور قرآن و سائنس

غرض ان آثار سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سائنس نے تخلیق عالم کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے - وہ درست ہے - اور یہ جتنے سیارے ہیں انسانی آبادی ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں - آج نہیں کل یہ انسانی سکونت کے قابل ہو جائیں گے - اور ممکن ہے کہ ان میں بعض ایسے سیارے بھی ہوں جہاں کی آب وہوا اور حرارت زمین سے پہلے تخلیق انسانی کے لائق ہو گئی ہو - اور وہاں زمین سے پہلے انسان پیدا ہو گیا ہو - اور ممکن ہے کہ ان میں سے کسی سیارے پر زمین سے پہلے قیامت بھی آ چکی ہو - علم و تفکر کی اس دنیا میں ان تمام امور کے امکانات نظر آتے ہیں لیکن جہاں تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا سوال ہے - اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی - جو لوگ اس عقیدے کے قائل ہیں - وہ یہ نہیں کہتے کہ خدا نے انہیں زمین سے اُٹھا کر کسی اور سیارے پر پہنچا دیا - بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ کائنات کی حدود سے نکل گئے - اور یقیناً یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کی قرآن کریم تائید کرتا ہے نہ سائنس -

قرآن پاک تو صاف فرماتا ہے - کہ تم کو اسی زمین پر جینا اور مرنا ہے جس کی تعریف میں دوسرے سیارے بھی آتے ہیں - اور سائنس کے نزدیک حدود کائنات طے کرنے کا کوئی تصور ہی نہیں -

ولادت و درخواست دعا

خدا تعالےٰ نے خاکسار کے بڑے بھائی جناب زین العابدین صاحب کو دوسری لڑکی اور ماموں صاحب کو تیسرا لڑکا عطا فرمایا ہے تمام احباب کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ نومولودین کو تندرستی و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے - اور والدین کے لئے قرۃ العین ہوں -

خاکسار محمد عمر مالاباری کنانور (مالابار)

عید الفطر

(بقیہ صفحہ ۲)

اس طبعی خوشی کو بھی عبادت کا رنگ دے کر اُس کے لئے رضا الٰہی کے حصول کے مزید دروازے کھول دیئے!!

جہاں تک مخصوص طور پر ماہ شوال کی یکم کو خوشی منائے جانے کا تعلق ہے اُس کی حقیقت فضائل الصیام کے باب میں مروی اس حدیث نبوی سے واضح ہو جاتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ

للصائم فرحتان فرحۃ حین یُفطر وحین یلقی ربہ

یعنی روزہ دار کو روزے سے دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں پہلی خوشی تو روزہ کی افطاری کے وقت کہ دن بھر بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد جب غروب آفتاب کے وقت وہ روزہ افطار کرتا ہے - تو اس کی طبیعت ایک گونہ بشاشت پیدا ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اُسے اس خاص پروگرام کو نبھانے کی توفیق میسر آئی!! اور دوسری خوشی اُسے اُس وقت حاصل ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا

اب بظاہر دنیا میں ایک روزہ دار کو پہلی قسم کی خوشی ہی حاصل ہوتی ہے - اور دوسری خوشی کے حصول کے متعلق وہ باوجود کئی قسم کی کمزوریوں کے ارحم الراحمین خدا سے امید رکھتا ہے - مگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو اس حد تک نہیں رہنے دیا بلکہ اس کی دوسرے نمبر کی خوشی کی ایک ظاہری صورت عید کی شکل میں قائم کر دی جبکہ ایک ماہ کے مجاہدہ کے بعد ایک علاقہ کے تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے دوگانہ ادا کرتے ہیں - اور بموجب

الصلوٰۃ معراج المؤمنین

اور ان المصلّی یناجی ربّہ

مومنوں کی اس طور سے اجتماعی عبادت اپنے اندر خدا کی ملاقات کا رنگ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ عید کے موقعہ پر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی دعا میں شرکت کرنے کی خاص تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ ایسی عورتیں جنہیں بعض حالتوں میں نماز روزہ وغیرہ سے رخصت دی گئی ہے اُنہیں بھی عید کی اجتماعی دعا میں حاضر ہونے کی تاکید کی گئی ہے -

پس خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے رمضان کے بابرکت مہینہ میں رضا الٰہی کے حصول کے لئے روزوں کا التزام کیا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق پر نماز عید کے دوگانہ میں شریک ہو کر اجتماعی دعا میں شامل ہوا - جہاں تک اُس کی اپنی کوشش اور سعی کا تعلق تھا اس نے بظاہر دونوں قسم کی خوشیوں کے جمع کرنے کے سامان کر لئے - خدا کرے کہ وہ اس کی عالی بارگاہ میں بھی اس کا مستحق ٹھہر جائے کہ مومن کی اصل عید تو اُس حقیقی ملاقات کے موقعہ پر ہو گی - جبکہ وہ اپنے مولیٰ کی گود میں ہو گا!!

خدا کرے کہ یہ خوشی کا گھڑی سبھی مومنوں کو میسر آ جائے!! تا اُس کے سارے بندے ہی عید الفطر کی حقیقی خوشی سے حصہ پا سکیں!! اللّٰھم آمین برحمتک نستغیث!!

ماہ اپریل

موجودہ مالی سال ۳۰ اپریل کو ختم ہو رہا ہے

قبل ازیں اخبار "بدر" و سرکلر تحریکات کے ذریعہ احباب جماعت اور عہدیداران مال کو توجہ دلائی جاتی رہی ہے - کہ صدر انجمن احمدیہ کا موجودہ مالی سال ۳۰ اپریل کو ختم ہو رہا ہے اسلئے لازمی چندہ جات کے بجٹ کی سو فی صدی وصولی کے لئے ضروری ہے کہ اس مہینے یعنی ماہ اپریل کی ابتداء سے ہی چندہ جات کی وصولی کے لئے غیر معمولی کوشش اور جدوجہد شروع کی جائے -

اگر موجودہ مالی سال ختم ہونے میں ایک ماہ سے کم عرصہ باقی رہ گیا ہے - لیکن ابھی بہت سی جماعتوں کے ذمہ بجٹ کا کافی حصہ بقایا ہے - اسلئے ضرورت اس امر کی ہے - کہ احباب اپنے اپنے ذمہ کے چندہ جات کی سو فیصدی ادائیگی کی طرف فوری متوجہ ہوں - اور عہدے داران کو چاہیئے کہ وہ وصولی کی کوشش کو تیز تر کرتے ہوئے اس آخری مہینے کے اختتام سے قبل ہر شخص سے بجٹ کی سو فی صدی وصولی کریں - اور یاد رکھیں - کہ یہ مہینہ انتہائی معروفیت کا اور پوری توجہ سے چندہ جات کی وصولی کا ہوتا ہے - اگر ہر فرد پوری ذمہ داری سے سو فی صدی چندہ جات ادا کردے اور ہر عہدے داران بالخصوص عہدیداران مال پوری ذمہ داری اور توجہ سے وصولی کی کوشش فرمادیں - تو یہ ناممکن ہے - کہ سلسلہ کے کاموں کے لئے روپیہ کی قلت محسوس ہو - یقیناً اللہ تعالےٰ کا سایہ ہماری جماعت پر ہے - اور احباب و عہدے داران میں اخلاص اور سلسلہ کے کاموں میں حصہ لینے کی روح موجود ہے - لیکن ہر موقعہ و محل کے مطابق کاموں کو تیزی سے سرانجام دینے کی ضرورت ہوتی ہے - پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر فرد جماعت اپریل کا مہینہ ختم ہونے سے قبل اپنے ذمہ چندہ جات کی سو فی صدی ادائیگی کر دیں - اور عہدے داران مال پوری توجہ سے سو فی صدی وصولی کے لئے کوششیں شروع فرما دیں -

ناظر بیت المال قادیان

زکوٰۃ

زکوٰۃ ادا کرنے سے اموال میں برکت ڈالی جاتی ہے (قرآن مجید)

بہت سے احباب زکوٰۃ کی اہمیت اور فرضیت کو پوری طرح نہ سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی میں غفلت اختیار کرتے ہیں - حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے - قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جہاں نماز کی بجا آوری کا حکم دیا ہے - وہاں زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی تاکیدی ارشاد فرمایا ہے - زکوٰۃ کو ادا کرنے والا اللہ تعالےٰ کے حضور اسی طرح قابل مواخذہ ہے جس طرح تارک نماز - سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے - اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے - اور کوئی امر مانع نہیں وہ حج کرے - نیکی کو سنوار کر ادا کرو - اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو - چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اس جگہ (قادیان) اپنی زکوٰۃ بھیجے - اور ہر قسم کی فضولیوں سے اپنے تئیں بچائے"

احباب کو چاہیئے - کہ وہ اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ کی رقم جلد از جلد مرکز قادیان بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں - تاکہ مرکز کے انتظام کے ماتحت جن یتامیٰ بیوگان اور مستحقین کی ماہوار امداد کی جاتی ہے ان کی باقاعدہ امداد جاری رہے -

امید ہے کہ صاحب نصاب احباب اپنے ذمہ کی زکوٰۃ بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے -

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

وزیر اعظم پنڈت نہرو نے آج اپنی پریس کانفرنس میں انکشاف کیا کہ آپ کسی وقت اور کسی جگہ دلائی لامہ سے ساتھ ملاقات کریں گے۔ آپ نے یہ بتانے سے انکار کردیا کہ دلائی لامہ کو بھارت کے کس مقام پر رکھا جائے گا۔ تاہم آپ نے کہا کہ بھارت سرکار دلائی لامہ کی ذاتی حفاظت کی سو فی صدی ذمہ دار ہے آپ نے کہا کہ بھارت میں دلائی لامہ کے قیام کے دوران میں ان پر کوئی ناپسندیدہ پابندیاں عائد نہیں کی جائیں گی۔ تاہم یہ قطعی ہے کہ وہ یہاں سیاسی سطح پر کام نہیں کرسکیں گے۔

نئی دہلی ۵ راپریل۔ اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے آج یہاں گوردوارہ سیس گنج میں سکھوں کے بھاری اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب کے گوردواروں کے انتظامیہ مقامات کے سلسلہ میں گوردوارہ ترمیمی بل کے متعلق جو بات چیت گورنمنٹ سے ہو رہی تھی وہ ختم ہوگئی ہے اسلئے وہ گوردواروں کے انتظام میں سرکار کی بیجا مداخلت کے خلاف ایک وسیع پیمانے پر ہمگیر پُرامن ایجی ٹیشن شروع کرینگے۔ اور سکھ قوم کو اپنے پنتھ کی آزادی کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

نئی دہلی ۵ راپریل۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو نے آج پریس کانفرنس میں اس خبر کی تصدیق کردی کہ وزیر اعظم روس مسٹر خروشچیف نے انہیں روس کا دورہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے مسٹر خروشچیف کو جواب بھیج دیا ہے جس میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں لکھ دیا ہے کہ روس کا دورہ میرے لئے باعث مسرت ہوگا۔ مگر سردست میں بھارت میں ہی رہنا چاہتا ہوں۔ اس سال کے دوران میں کسی بھی غیر ملک کو نہیں جاؤنگا کیونکہ اس وقت ملک میں ہی بہت سے اہم کام کرنے والے پڑے ہیں۔

نئی دہلی ۵ راپریل۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج اپنی ماہوار پریس کانفرنس میں کمیونسٹ چین اور بھارت کے تعلقات بدستور دوستانہ رکھنے پر زور دیا۔ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ تبت کے حالیہ واقعات اور دلائی لامہ کو بھارت میں بھارت میں پناہ دیئے جانے کے اقدام کا بھارت اور چین کے ساتھ تعلقات پر کیا اثر پڑے گا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے شری نہرو نے کہا۔ اس قسم کے حالات پیدا ہوگئے ہیں جن سے کہ نازک دشوار اور پریشان کن حالت پیدا ہوسکتی ہے۔ ہمارے لئے کئی امور کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ ان میں حسب ذیل تین امور نہایت اہم ہیں:-

(۱) بھارت کی سلامتی ہر طرح سے قائم رہے (۲) کمیونسٹ چین کے ساتھ دوستوں جیسے تعلقات قائم رہیں (۳) تبت کے معاملہ پر ہمیں تشویش ہے۔ اور ہماری نے غیرہ پالیسی ہے۔ آپ نے کہا۔ اس سوال سے نپٹتے وقت ہمیں ان کے مذکورہ بالا علیحدہ علیحدہ پہلوؤں کا خیال رکھنا ہوگا اور مشکل انتخاب کرنا پڑے گا۔

نئی دہلی۔ ۵ راپریل پردھان منتری پنڈت نہرو نے پریس کانفرنس میں کہا کہ جب سے تبت میں گڑبڑ ہوئی ہے انہوں نے وزیراعظم چین مسٹر چاؤ ان لائی کے ساتھ کسی قسم کی خط و کتابت نہیں کی۔ کچھ ماہ ہوئے ان کے ساتھ خط و کتابت ہوئی تھی۔ مگر اس کا تبت کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔

لنڈن ۵ راپریل۔ یہاں کے کنزرویٹو اخبار سنڈے ڈسپیچ میں بھارتی ہائی کمشنر متعینہ لنڈن شریمتی وجے لکشمی پنڈت کا ایک انٹرویو شائع ہوا۔ جس میں ان سے یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ بھارت تبت کی امداد کے لئے ہر ممکن معقول کارروائی کرے گا۔ بھارت کو دلائی لامہ سے ان کی گورنمنٹ سے گہری ہمدردی ہے آپ نے مزید کہا کہ ممکن ہے مغربی طاقتیں اس معاملہ پر کچھ بے صبری دکھائیں۔ لیکن دکھائی اس وقت جبکہ صورت حال واضح ہو جائے گی۔ آپ نے کہا کہ بھارت کے لئے چین سے ڈرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے چین پہلا ملک تھا جس نے بھارت کے ساتھ پنچ شیلی کا معاہدہ کیا۔

احمدی بچوں کو ہندوستانی شہری حقوق کی تفویض

مورخہ یکم راپریل ۱۹۵۹ء کو جناب کلکٹر صاحب بہادر گورداسپور جناب شری دمودرداس صاحب آئی۔ اے۔ ایس نے بٹالہ ریسٹ ہاؤس میں طلب فرما کر مندرجہ ذیل احمدی بچوں کو ہندوستانی شہری حقوق فرمائے۔

نمبر شمار	بچہ کا نام	باپ کا نام	رجسٹریشن سرٹیفکیٹ نمبر
۱	رفیق احمد	ولد نذیر احمد صاحب شاہد	۱۶
۲	نزہت طیبہ	بنت بشیر احمد صاحب مہاز	۱۷
۳	ظفر اقبال	ولد منظور احمد صاحب چیمہ	۱۸
۴	انور اقبال	" " "	۱۹
۵	جاوید اقبال	" " "	۲۰
۶	بشریٰ بیگم	بنت " " "	۲۱
۷	امۃ الباسط بشریٰ	" چوہدری عبدالقدیر صاحب	۲۲

(ناظر امور عامہ قادیان)

درخواستہائے دعا

اخی المکرم جناب ماسٹر قمر علی احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ سمبلپور (اڑیسہ) اور بھائی صاحبہ محترمہ طاہرۃ النساء صاحبہ خاکسار کے ماموں صاحب حضرت مولوی سید محمد احمد صاحب پادلشل امیر اڑیسہ اور ممانی صاحبہ مخدومہ سیدہ عشرت النساء صاحبہ خاکسار کی اہلیہ مسماۃ سیدہ شمس ربی صاحبہ عرف مثالی بی بی صاحبہ مدت مدید سے مختلف تکلیف دہ بیماریوں میں مبتلا ہیں نیز خاکسار عرصہ دراز سے نہایت ہی شدید ترین امراض اور اشد ترین دردناک عوارض کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔

حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ صحابہ کرام و بزرگان سلسلہ اور جملہ درویشان کی خدمت بابرکت میں دردِ دل سے دعا کی درخواست ہے۔ شافی مطلق ہم تمام مریضوں کو روحانی و جسمانی جلد شفایابی اور کلی صحت یابی عطا کرے آمین یا رب العالمین۔

نیز صوبہ اُڑیسہ میں جماعت پھیلنے اور سمبلپور میں جماعت قائم ہونے کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔

خاکسار سید مشتاق احمد سیکرٹری تبلیغ
جماعت احمدیہ سمبلپور۔

قاہرہ ۵ راپریل۔ کل پہلی بار وسیع پیمانہ پر کمیونسٹوں کی گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں اور مختلف جگہوں پر چھاپے مار کر ۳ سو سے زائد کمیونسٹوں کو گرفتار کیا گیا جبکہ ابھی مزید کمیونسٹوں کی تلاش جاری ہے۔ اور اس ہفتہ کے خاتمہ تک گرفتار شدہ کمیونسٹوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہو جانے کا امکان ہے جن لوگوں کو بطور کمیونسٹ گرفتار کیا ہے ان میں جرنلسٹ۔ سرکاری